هفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۷ شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ
۱۰ جون ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

ہدیہ
دو روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوری قدس سرہٗ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ اُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِیْنَ وَالْمُتَجَبِّرِیْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَا لِیْ لَا یَدْخُلُنِیْ اِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَغِرَّتُهُمْ قَالَ اللّٰهُ لِلْجَنَّةِ اِنَّمَا اَنْتِ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ وَقَالَ لِلنَّارِ اِنَّمَا اَنْتِ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْكُمَا مِلْؤُهَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰى یَضَعَ اللّٰهُ رِجْلَهٗ تَقُوْلُ قَطْ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَیُزْوٰی بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ فَلَا یَظْلِمُ اللّٰهُ وَمِنْ خَلْقِهٖ اَحَدًا وَاَمَّا الْجَنَّةُ فَاِنَّ اللّٰهَ یُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا متفق علیه۔

ترجمہ: ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا دوزخ نے کہا مجھے متکبّروں اور گردن کشوں کے لئے ترجیح دی گئی ہے اور بہشت نے کہا کہ میرے لئے یہ کیا ہؤا کہ مجھ میں سوائے کمزوروں اور گمنام اور لوگوں کی نظروں سے گرے ہوئے ناتجربہ کار لوگوں کے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ اللہ نے بہشت سے فرمایا سوائے اس کے نہیں تو میری رحمت ہے تیرے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہوں رحمت کرتا ہوں اور دوزخ سے فرمایا سوائے اس کے نہیں تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہوں عذاب کرتا ہوں اور واسطے ہر ایک کے تم میں سے اس کا بھراؤ ہے اے پر دوزخ پس نہیں بھریگی۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا قدم اس میں رکھے گا۔ پھر کہے گا بس بس بس۔ پس اس وقت بھری جائیگی اور اس کے بعض اجزا بعض کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ یعنی سمٹ آوے گی۔ اللہ تعالےٰ اپنی مخلوقات میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ اے پر جنّت پس تحقیق اللہ اس کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا۔

عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ یُلْقٰی فِیْهَا وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ حَتّٰى یَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِیْهَا قَدَمَهٗ فَیَنْزَوِیْ بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا یَزَالُ فِی الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتّٰى یُنْشِئَ اللّٰهُ لَهَا خَلْقًا فَیُسْكِنُهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ (متفق علیه)

ترجمہ: انسؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں — ہمیشہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور وہ کہتی جائے گی اور کچھ زیادہ ہے یہاں تک کہ اللہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھے گا۔ پھر اس کے بعض اجزاء بعض کی طرف سمٹ آئیں گے پھر کہے گی۔ بس بس، مجھے تیری

(باقی ۱۰ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الہلال کی تقریب رونمائی

۲۸ مئی کا دن "ساغرِ وفا سے مست" گروہ کے لئے بے حد خوشیوں کا باعث تھا کہ فلیٹیز ہوٹل (جہاں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد قیام فرمایا کرتے تھے) میں الہلال کے دورِ اوّل کی اڑھائی جلدوں پر مشتمل عکسی ایڈیشن کی تقریب رونمائی منعقد ہوئی۔ یہ معرکہ ہمارے محب مکرم مولانا حافظ عبدالرشید ارشد مدیر الہلال اکادمی ۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور نے سر کیا؛ سال سے زائد ہونے کو ہے جب الہلال کے دَورِ اوّل کے پرچے بڑی خوبصورتی کے ساتھ شائع ہوئے اور تین دیدہ زیب خوشنما اور مضبوط جلدوں میں سامنے آئے۔ صوبہ سندھ کے تالپور خاندان کے چشم و چراغ اور موجودہ مرکزی وزیر دفاع میر علی احمد خاں تالپور اپنے خاندانی پس منظر اور قافلہ آزادی کے حدی خوانوں سے تعلق کے پیشِ نظر مہمانِ خصوصی طے ہو چکے تھے کئی مرتبہ پروگرام بنے لیکن میر صاحب کی مصروفیات آڑے آئیں اور اب تو ایسا ہؤا کہ ۲۳ مئی کی تاریخ مقرر ہو گئی، کارڈ چھپ گئے، تقسیم ہو گئے کہ عین وقت پر میر صاحب کی مصروفیت رکاوٹ بن گئی۔ منتظمین کو ہوٹل کے دروازہ پر بیٹھ کر سینکڑوں مہمانوں سے معذرت کرنا پڑی ان گنت مہمانوں کو زحمت برداشت کرنا پڑی جس میں راولپنڈی، آزاد کشمیر اور ہری پور (ہزارہ) تک کے مہمان شامل تھے۔ (احقر کے والد مولانا محمد رمضان علوی، مولانا محمد اسحٰق خان پلندری (اس تقریب کے صدر) اور میجر عبدالعزیز صاحب) ——— بہرحال نئی تاریخ ۲۸ مقرر ہوئی۔ مختصر وقت میں کارڈ تیار ہوئے، تقسیم ہوئے ——— میر صاحب ۲۷ کو لاہور تشریف لائے کہ ایک دوسری تقریب میں انہوں نے شرکت کرنا تھی ۲۸ کی صبح حافظ صاحب اور احقر نے یو، بی، ایل ریسٹ ہاؤس میں

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

جلد ۲۸ • شمارہ: ۴۹
۱۰ جون ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر۔ ایم اے ایل ایل بی

دفاتر
کراچی: انجمن خدام الدین بلڈنگ، بہلی جوزنگی ناظم آباد، کراچی ۲۱۱۴۴
لاہور: خدام الدین مرکز، اندرون شیرانوالہ دروازہ، فون ۶۴۹۱۴

بدل اشتراک
سالانہ ——— ۸۰ روپے
ششماہی ——— ۴۵ روپے
سہ ماہی ——— ۲۵ روپے
فی پرچہ دو روپے۔

[illegible]

میر صاحب کے ملٹری سیکرٹری کرنل محمد یوسف صاحب سے ملاقات کی جو بڑے وضعدار اور ملنسار انسان ہیں بڑی محبت اور خلوص سے ملاقات کی، تمام پروگرام طے ہوا ——— ۴½ بجے کے بعد مہمانوں کی آمد شروع ہوئی ——— ایک علمی اور فاضل شخصیت کے بقول اُدھر دس سال میں یہاں اس قسم کی باوقار تقریب منعقد نہیں ہوئی ۴۰۰ نشستوں پر مشتمل خوبصورت حال تو بھرنا ہی تھا اس کا کوئی کونہ خالی نہ رہ گیا جس میں لوگ کھڑے نہ ہوں اور پھر ادھر اُدھر جو افراد تھے وہ الگ ——— شرکاء مجلس میں علماء، صلحاء، وکلا، صحافی، یونیورسٹی اساتذہ، تجار، طلباء اور ہر طبقہ کے لوگوں نے کثرت کے ساتھ شرکت کی ـــ قدیم و جدید کا عجیب امتزاج تھا اور تقسیم ملک سے قبل کی سیاسی ہنگامہ آرائی میں دونوں طرف کے افراد ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو براجمان تھے اور عجیب رونق و بہار نظر آ رہی تھی۔ سٹیج پر ۴ کرسیاں تھیں جن میں سے دائیں طرف کی پہلی کرسی پر فکر ولی اللہی کے ترجمان مولانا عبیداللہ انور تشریف فرما تھے، دوسری پر مولانا محمد اسحٰق خاں (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل آزاد کشمیر و ممبر اسلامک کونسل متحدہ عرب امارات) صدر مجلس۔ تیسری پر مہمان خصوصی میر علی احمد خاں صاحب تالپور اور چوتھی پر مدیر الہلال اکادمی حافظ عبدالرشید ارشد ——— سٹیج سیکرٹری جناب سالک ربانی نے اپنے فرائض بڑی خوبی و خوش اسلوبی سے ادا کئے۔ تلاوت قرآن قاری محمد عارف علوی نے کی ——— اُن کا حسن انتخاب خوب تھا۔ انّ الذین قالوا ربّنا اللہ ثمّ استقاموا الخ کی آیات انہوں نے تلاوت کیں۔ خوبصورت لب و لہجہ ——— اور ابوالکلام جیسے عبقریوں کی زندگی کا غماز ——— ابوالکلام کی سب سے بڑی خوبی ان کی استقامت ہی تو تھی ——— سٹیج سیکرٹری صاحب نے ابوالکلام کے عنوان سے اپنی تازہ نظم پیش کی اور پھر مقالات کا سلسلہ شروع ہوا ——— خدام الدین کے سابق ایڈیٹر مولانا مجاہد الحسینی نے استقلال پاکستان اور مولانا آزاد کے حوالہ سے اپنا محنت سے ترتیب دیا ہوا مقالہ پڑھ کر داد حاصل کی ——— احقر نے عالم اسلام اور الہلال کے حوالہ سے مقالہ پیش کیا ——— اللہ تعالےٰ خودنمائی اور خودستائی کے مرض سے بچائے ——— بہت سے اہل علم اور اہل دانش نے بے حد سراہا اور تقریب کے اختتام پر بھی دعاؤں نوازا ——— میں اسے مولانا آزاد علیہ الرحمہ کی روح کا فیضان خیال کرتا ہوں اور اپنے خالق و مالک کی عنایت و مہربانی کے ساتھ ساتھ اپنے اساتذہ، خاندانی بزرگوں اور مرشد گرامی مولانا سید محمد اسعد مدنی اور مخدومی مولانا عبیداللہ انور کی دعاؤں کا اثر!

اللہ تعالےٰ مجھ جیسے ہیچمدان کو اپنے اکابر و اسلاف کی سیرت نگاری اور تذکرہ نویسی کے معاملہ میں بیش از بیش توفیق عطا فرمائے

ڈاکٹر مسکین حجازی صاحب شعبہ صحافت یونیورسٹی آف پنجاب سے متعلق ہیں استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے رائٹر اور مقرر ہیں۔ صحافت ان کا موضوع ہے اسی حوالہ سے انہوں نے الھلال پر اظہار خیال کیا۔

حضرت مولانا عبیداللہ انور امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری کے خلف الرشید ہیں ——— مولانا سندھی کے خادم اور مولانا مدنی کے گھر انہیں تربیت کا شرف حاصل ہے اس وقت پورے پاکستان میں مسلک و فکر ولی اللہی کے نامور ترجمان ہیں ـــ خاندانی طور پر قرآن عزیز ان کا خاص موضوع ہے اسی حوالہ سے انہوں نے الھلال کی قرآنی دعوت پر اظہار خیال کیا۔ ان کا مقالہ بے حد پرمغز اور جامع تھا۔ وقت کم ہونے کے سبب انہوں نے اس کا ملخص پیش کیا لیکن عام لوگ ان کے حسن انتخاب کی داد دئے بغیر نہ رہ سکے ———

حافظ عبدالرشید ارشد نے مختصراً اس وادی کو سر کرنے کی داستان بیان کی۔ اس ضمن میں ایک پچاسی سالہ ابوالکلامی ڈاکٹر شیر بہادر خاں پنی آف ایبٹ آباد کا تذکرہ انہوں نے کیا جس کی وساطت سے یہ فائلیں دستیاب ہوئیں۔ اور شاید ان کی اشاعت نو کی سب سے زیادہ خوشی انہیں ہو ——— میر علی احمد خاں صاحب تالپور تشریف لائے۔ باوقار شخصیت سرو قد، آنکھوں میں چمک، چوڑی پیشانی، گرجدار آواز، کانگریس اور اس کے بعد خاکسار ہونا ان کی سیاسی زندگی کے دو دور ہیں ـــ مولانا آزاد کے ساتھ ساتھ مولانا مدنی اور مولانا حفظ الرحمٰن جیسے اکابر سے اپنے ربط کی کہانی بیان کی ——— لوگوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں ——— مخصوص حالات میں انہوں نے گرج کر کہا، کہ میں مداہن نہیں عقیدت کے اظہار میں مجھے کسی کا ڈر نہیں ابوالکلام سے بڑا آزادی خواہ اور اس راہ کا سالار پیدا نہیں ہوا اور اس کی تفہیم قرآن اس کا عظیم شاہکار ہے کہ کوئی مجھے پوچھے تو اسے اسی تفسیر کے مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں۔

میر صاحب کی تقریر نے مجمع کو لوٹ لیا۔ صدر جلسہ نے دعا کی، مغرب کی نماز ہوئی، اور چائے سے مہمانوں کی تواضع پر تقریب انجام کو پہنچی۔

ہم نے اس باوقار خوبصورت اور اپنی نوعیت کی منفرد تقریب کو ادارتی کالموں کا موضوع بنایا تو بلاوجہ نہیں ـــ یہ ہمارے دل کی آواز تھی۔ اور ہمیں یقین ہو چلا ہے کہ ابوالکلام زندہ ہے، اس کا پیغام زندہ ہے اور اب وہ وقت دُور نہیں، جب ابوالکلام کی طرف لوگ متوجہ ہوں گے، اس سے روشنی حاصل کریں گے اور ماضی کی غلطیوں کا مداوا کر کے مستقبل سنوارنے کی فکر کریں گے ——— اللہ تعالےٰ مولانا آزاد اور ان کے رفقا گرامی کی قبروں کو منور فرمائے۔ اور ان کے نقوشِ پا سے امت کو رہنمائی کی توفیق بخشے۔ آمین

فقیر علی ۲۲ شعبان ۸۳

حضرت مولانا عبیداللہ انور کو صدمہ

حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی نواسی، مولانا عبیداللہ انور کی بھانجی، مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم کی صاحبزادی، میاں ظہیر الحق صاحب (خلف اعلیٰ حضرت دینپوری نواسہ حضرت امام انقلاب سندھی) کی بہو میاں غلام محمد انور کی اہلیہ طویل علالت کے بعد پرسوں سروسز ہسپتال لاہور میں انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ———

لاہور میانی صاحب میں ان کی تدفین ہوئی ——— حضرت مولانا انور پر اس حادثہ کا شدید اثر ہے اور جملہ متعلقین و اعزہ کا یہی حال ہے۔ اللہ رب العزت اس عفیفہ، معصومہ اور پاکدامن بچی پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے اس کی قبر کو ٹھنڈا کرے۔ جملہ متعلقین کو صبر جمیل سے نوازے دین پور شریف اور لاہور سے متعلق جملہ احباب و متوسلین سے دعا کی خصوصی درخواست ہے۔

مرحومہ کے میاں سے شاہ ولی اللہ میڈیکل سروس دین پور چوک خان پور شہر سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

(ادارہ)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

قرآن اور رمضان

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بزرگانِ محترم، برادرانِ عزیز معزز خواتین! چند دنوں تک رمضان المبارک شروع ہونے والا ہے جسے عام طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنا مہینہ قرار دیا ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ رمضان میں ہی قرآن عزیز کا ابتدائی نزول ہوا ہے اور پھر روایات سے ثابت ہے کہ باقی آسمانی کتابیں بھی اسی مہینہ کی مختلف تاریخوں میں نازل ہوئیں —— سیرتِ رسول علیہ السلام کے حوالہ سے غزوۂ بدر اور فتح مکہ کے عظیم الشان واقعات اسی مہینہ میں پیش آئے اور ہم پاکستانیوں کے لئے یہ بات قابل غور ہے کہ پاکستان اسی مہینہ میں بنا۔

جیسا کہ عرض کیا کہ قرآن اسی مہینہ میں نازل ہوا۔ قرآن اور رمضان کی آپس میں گہری مناسبت ہے۔ اس مناسبت کے اظہار کا ایک ذریعہ وہ نماز ہے جسے صلاۃ تراویح کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کے خطبہ مبارکہ میں جس کے راوی حضرت سلمان فارسی ہیں اس کا اہتمام سے ذکر ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے چند دن تراویح پڑھی پھر مواظبت نہیں فرمائی کہ امت پر فرض ہو کر بار کا ذریعہ نہ بنے۔ لیکن انفرادی طور پر یہ سلسلہ جاری رہا۔ تا آنکہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دور میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی امامت میں اس کی جماعت کا اہتمام کیا گیا۔ اس وقت سے اب تک چار دانگ عالم میں امت محمدیہ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے ۲۰ رکعت تراویح اس طرح پڑھتی ہے کہ ہر شخص کم از کم ایک مرتبہ قرآن شریف سن اور سنا لیتا ہے۔ زیادہ کی توفیق ہو جائے تو سعادت کی بات ہے۔ ورنہ ایک مرتبہ کا اہتمام تو سنت کے مطابق ہے اور اس سے غفلت پرلے درجہ کی بدبختی (اللہ تعالےٰ اس سے بچائے) تراویح میں اس بات کا اہتمام ضروری ہے کہ جس حافظ کی اقتدار میں ادا کی جائیں وہ قرآن صحیح پڑھتا ہو ترتیل اور حسن ادائیگی سے واقف ہو داڑھی نہ منڈاتا ہو نہ کترا تا ہو مُصلیاً بالفسق نہ ہو یعنی کھلے بندوں کوئی ایسا کام نہ کرتا ہو جس پر فسق کا اطلاق ہو سکے۔ ہاں چھپ چھپا کر کوئی حرکت کرتا ہے، تو اس کے ہم ذمہ دار نہیں اور نہ اس کے مکلّف ہیں کہ ٹوہ اور تجسّس میں رہیں، اور دوسروں کے گناہ تلاش کریں۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔

۴ رکعت کے بعد اتنی مقدار بیٹھنا اور ان میں تسبیحات پڑھنا سنت سے ثابت ہے۔ لیکن مساجد میں شور و غل نہ ہونا چاہئے۔ نہ ایسی حرکت ہو کہ امام نے نیّت باندھ لی اور

(باقی ۱۰ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

استقبال رمضان ۔ نیکیوں کا موسمِ بہار

جانشین شیخ التفسیر رح حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

بعد از خطبہ مسنونہ :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،

عن سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رضی اللہ تعالےٰ عنہ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ ....

بزرگانِ محترم، برادرانِ عزیز!

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شعب الایمان میں حضور نبی کریم رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کا ایک طویل خطبہ نقل فرمایا ہے جو آپ نے شعبان المعظم کے آخر میں ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ حضور علیہ السلام کے مخصوص خطبات میں سے ایک ہے۔ اور اس میں کمال درجہ جامعیت کے ساتھ متعینہ موضوع کے ایک ایک پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے —— اس خطبہ کے راوی مشہور صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں — آپ ابتداء میں مجوسی تھے یہودیت عیسائیت کے شب و روز بھی آپ نے دیکھے لیکن جب قلبِ مضطر کو کہیں اطمینان نہ ہوا اور تلاش حق کے جذبہ نے انتہائی بے قرار کر دیا۔ تو قدرت نے حضور خاتم النبیین علیہ السلام تک رسائی کا سامان فراہم فرمایا اور آپ مسلمان ہو گئے۔

جب آپ مسلمان ہوئے تو ایک رسوائے زمانہ قسم کے یہودی کے آپ غلام تھے اس نے آزادی کی خاطر اتنی کڑی شرطیں لگائیں کہ عام حالات میں ان کا پورا ہونا مشکل تھا۔ مثلاً اس نے ایک خاص مقدار میں کھجور کے پودے لگانے کا تقاضہ کیا جو پل بڑھ کر جوان ہوں پھل دینے لگیں تب آزادی نصیب ہو گی۔ اس کٹھن شرط کو حضور علیہ السلام کی شفقت و عنایت نے اس طرح پورا کیا کہ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے پودے لگائے جو راتوں رات پل بڑھ کر پھل کے قابل ہو گئے —— یہ حضور علیہ السلام کا کھلا معجزہ تھا۔ آپ کو آزادی نصیب ہوئی تعلق خاطر اتنا تھا کہ حضور علیہ السلام انہیں اپنے "اہل بیت" میں سے قرار دیتے —— قرآن کی رو سے اہل بیت نبی کے گھرانہ کا دوسرا نام ہے یعنی آپ کی ازواج مطہرات طیبات۔ آگے بڑھ کر ہر مسلمان متقی و صالح آپ کے اہل کا حصہ ہے۔ اور چونکہ سلمان نے بے نظیر قربانی دی تھی اور قبول اسلام سے پہلے تلاشِ حق میں بے حد صعوبتیں برداشت کی تھیں اس لیے انہیں بطور خاص زبانِ رسالت سے اپنے اہل کا حصّہ ہونے کا مژدہ جانفزا سننے کا موقعہ نصیب ہوا ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

سلمان رضؓ کی دینی غیرت

حضرت سلمان رضؓ کا بھی یہی حال تھا کہ غیرتِ دینی کے سبب

اپنے آپ کو سلمان بن الاسلام کے عنوان سے لوگوں سے ذکر کرنے اور مجوسیت کا شکار باپ کا ذکر تک نہ کرنے ـــ ہمارے مخدوم و مطاع مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی قبول اسلام کے بعد حضرت سلمان کی اتباع میں اپنے آپ کو عبید اللہ بن الاسلام لکھنے اور یہ ان حضرات کی کمال درجہ غیرتِ ملّی ہے ـــــــ حضرت سلمان دَورِ فاروقی میں مدائن کے گورنر بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے حد عظمتوں سے نوازا۔ عظیم تر عظمت ان کا شرفِ صحابیت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔

ان کے حوالہ سے طویل خطبہ نبوی کی عبارت نقل نہیں کی گئی اس کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

خطبہ نبوی کا ترجمہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے ہم کو ایک خطبہ دیا ـــ اس میں آپ نے فرمایا:۔

"اے لوگو! تم پر ایک عظمت والا اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شبقدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہِ خداوند قدوس میں کھڑا ہونے (یعنی نماز تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینہ میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنّت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا، اور اس مہینہ کے فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستّر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے (دوسرے مسلمان بھائیوں کی ہمدردی اور غم خواری) اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہو گا۔ اور اس افطار کرانے والے کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا لیکن روزہ دار کے اجر میں کمی واقع نہ ہوگی۔

ایک صاحب نے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک تو ایسا نہیں ہوتا جسے سامان افطار میسّر ہو (تو ایسی شکل میں غربا اور مساکین اس ثواب سے محروم رہیں گے؟) اس پر حضور علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ یہ ثوابُ اللہ رب العزت اس شخص کو بھی عطا فرمائیں گے، جو دودھ کی تھوڑی سی لسّی یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آپؐ نے مزید ارشاد فرمایا کہ جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصّہ رحمت ہے اور درمیانی حصّہ مغفرت ہے جب کہ آخری حصّہ آتش دوزخ سے آزادی کا ہے ـــ پھر فرمایا ـــــ جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام اور خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا۔ اور اس کو دوزخ سے آزادی عطا فرما دے گا۔

چند خاص باتیں

محترم حضرات! اس عظیم خطبہ نبوی کی چند باتیں بطور خاص قابل توجہ ہیں۔ اس سے پہلے یہ معلوم کر لیں کہ روزہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ثابت ہے اور قرآن سے واضح ہے کہ پہلی امتوں میں کسی نہ کسی طریق سے یہ عبادت موجود تھی۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے لئے رمضان کا روزہ متعین ہوا۔ جو آپ کے ارشاد گرامی کے مطابق کبھی ۲۹ کا ہوتا ہے کبھی ۳۰ کا۔ اس عبادت کا مقصد خصوصی حصول تقویٰ بتایا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہے یا مسافر ہے اور روزہ کا متحمل نہیں ہو سکتا تو روزہ ترک کر دے۔ بعد میں قضا کر لے۔ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے بڑھاپے کے سبب بالکل ہی متحمل نہیں ہوتے اور نہ ہی آئندہ اس کا امکان ہوتا ہے کہ ان کی طاقت لوٹ آئے گی انہیں اجازت ہے کہ فدیہ ادا کر دیا کریں یعنی صدقہ فطر کی مقدار کے مطابق فی روزہ غربا و مساکین کو دے دیں۔ اس ضروری گذارش کے بعد خطبہ نبوی کے اسباق اور خاص باتیں اب ملاحظہ فرمائیں:۔

پہلی بات تو اس میں ایک رات کی فرمائی گئی ہے جو قرآن کے بقول ایک ہزار مہینوں سے افضل و بہتر ہے (سورۂ قدر) اس کا مفہوم یہ خیال کرنا چاہئے کہ ایک سواری اونٹ، گھوڑے کی ہے ایک سائیکل اور پھر موٹر سائیکل کی ہے لیکن اب مسئلہ راکٹوں اور جہازوں کا ہے۔ تو جو لوگ اللہ کی قرب و رضا کے حقیقی معنوں میں طالب ہوتے ہیں وہ تھوڑے وقت میں قرب الہٰی کی بے پناہ مسافت طے کر لیتے ہیں اور سالوں کا سفر دیکھتے آنکھوں پورا ہو جاتا ہے۔ یعنی انسان جو حیوانیت و روحانیت کا نسخہ جامعہ ہے اور جس کی سرشت میں دونوں مادے ہیں وہ چاہے تو ہمت کر کے فرشتہ صفت بن سکتا ہے اور بگڑنے پر آئے تو شیطانی صفات کا علمبردار بن جاتا ہے۔ روزہ اس کی ملکوتی صفت کو ابھارنے کا ذریعہ ہے جس سے قلب و نظر کی صفائی ہوتی ہے اور بندہ مومن قرب الہٰی کی منزل آسانی سے طے کر لیتا ہے ـــ ضرورت محض طلب صادق کی ہے راہ اللہ تعالیٰ خود آسان فرما دیتے ہیں۔

دوسری بات صبر و غمخواری کی کہی گئی ہے ـــــ صبر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نفسانی خواہشات کو دبانا اور تلخیوں اور ناگواریوں کو جھیلنا۔ گویا مہینہ بھر کی مشقت سے انسان کو یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے اور پھر عام حالات میں وہ صبر کا خوگر بن جاتا ہے۔

اسی طرح روزہ کے ذریعہ فاقہ کی تلخی کا اندازہ ہو کر غربا و مساکین کے لئے اپنے اندر ایک قسم کا ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بے عاجز و ناتواں مخلوق انسان کی ہمدردی و غمخواری کی مستحق بن

باقی ہے اور یہی بات یہ ہے کہ غریب کی ہمدردی کا جذبہ جسے نصیب ہو جائے وہ بڑا ہی خوش قسمت انسان ہے۔

تیسری بات رزق کی فراخی کی فرمائی گئی اور اس کا تجربہ ہر کسی کو یوں ہوتا ہے کہ جیسے انواع و اقسام کے کھانے فراغت سے اس مہینہ میں ملتے ہیں باقی ۱۱ مہینوں میں وہ بات نہیں ہوتی۔ گو کہ ہر وقت جو ملتا ہے اللہ ہی کی صفت رزاقیت کا ثمر ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ رمضان کے متعلق اجر کا ستر گنا کا ذاتی وعدہ ہے۔ اس لئے اس خصوصیت کے پیش نظر اس مہینہ میں فراخی کی بات بھی سمجھ میں آنے والی چیز ہے۔

چوتھی بات فرمائی گئی کہ اس مہینہ کا ابتدائی حصہ رحمت کا ہے دوسرا مغفرت کا تیسرا جہنم سے آزادی کا —— اس ضمن میں علماء و محدثین نے جو توجیہات لکھیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ بعض بندے اتنے صلاح و تقوےٰ کے مالک ہوتے ہیں کہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور ہو جائے تو استغفار کے بغیر چین سے نہیں بیٹھتے۔ ایسے بندوں پر پہلی ہی رات سے نزولِ رحمت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے دوسری قسم بالعموم ان لوگوں کی ہوتی ہے کہ وہ نہ تو بہت ہی زیادہ متقی ہوتے ہیں نہ ہی بالکل گئے گزرے! ایسے لوگ ابتدائی حصہ میں توبہ و استغفار کر کے اور محنت کر کے اپنے آپ کو اس قابل بنا لیتے ہیں کہ رحمتِ حق ان کی طرف متوجہ ہو جائے تو درمیانی حصہ میں ان کی مغفرت ہو جاتی ہے —— تیسری قسم ان ابتر حال لوگوں کی ہوتی ہے جن کا معاملہ بہت ہی دگرگوں ہوتا ہے وہ اپنے آپ پر مسلسل ظلم کر کے اور اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ضائع کر کے پوری طرح مستحق جہنم ہو چکے ہوتے ہیں۔ لیکن نیکیوں کے اس موسم بہار میں ایک کے بعد دوسرا عشرہ آتا ہے رونا دھونا کرتے ہیں۔ گڑگڑاتے اور توبہ کرتے ہیں۔ اپنی سیاہ کاریوں سے نجات کے لئے محنت کرتے ہیں تو آخری عشرہ جو گویا دریائے رحمت میں جوش کا ہوتا ہے اس میں ان پر بھی نظر کرم ہو جاتی ہے۔

بہرحال میرے عزیزو! وہ خیر و برکت کا مہینہ ہم سب پر سایہ فگن ہونے والا ہے دعا کرنی چاہئے کہ اس کی حقیقی برکات سے ہم فائدہ اٹھا سکیں اور اس کے صحیح اثرات ہم پر مرتب ہوں اور ہم صحیح معنوں میں صاحب تقویٰ و صلاح بن جائیں۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : مجلس ذکر

پیچھے بیٹھے گپیں ہانکتے رہے وہ رکوع میں گیا تو شامل ہو گئے یہ باتیں انتہائی غلط اور سعادت سے محرومی کا باعث ہوتی ہیں۔

اب جبکہ رمضان سر پر آنے والا ہے ابھی سے اس کے استقبال کا اہتمام کریں، اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگیں کہ وہ دن میں روزہ اور رات کے قیام کی توفیق مرحمت فرمائے اور حسن و خوبی سے ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ کرے کہ اس کی توفیق کے بغیر بات نہیں بنتی۔

اللہ تعالےٰ حسن عمل سے نوازے۔

***

بقیہ : احادیث الرسول ؐ

عزت اور تیرے کرم کی قسم ہے اور بہشت میں ہمیشہ بچی ہوئی جگہ رہے گی یہاں تک کہ اللہ اس کے لئے ایک مخلوق پیدا کرے گا اس بہشت کی بچی ہوئی جگہ میں بسائے گا۔

حضرت شیخ کی جامعیت

مولانا عبدالحفیظ صاحب مکہ معظمہ

> حضرت الشیخ مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ کے مجاز اور انتہائی مخلص و خادم قریب مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کا مضمون عنوان بالا سے خدام الدین کے حضرت شیخ نمبر میں ص۴۸ سے ص۵۲ تک شائع ہوا۔ احقر خود حیران تھا کہ آخر میں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ آخر مولانا یہاں آئے تو انہیں بھی تعجب ہوا۔ معلوم نہیں کہ باقی مضمون کیسے رہ گیا؟ بہرطور ان کی عنایت سے مضمون دوبارہ آیا —— شیخ نمبر کے ص۵۲ کے اختتام سے اس حصہ کو ملا کر پڑھیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک خاص لذت محسوس ہو گی اور شیخ کے کمالات سامنے آئیں گے —— رحمہ اللہ تعالےٰ (علوی)

کے نام سے چھپا اور کئی ایڈیشن اسکے نکلے اور اس کی عام اشاعت ہوئی۔ اسی کے ساتھ ساتھ جب بعض تبلیغی کام کرنے والوں کے بارے میں کچھ شکایات موصول ہوتیں، تو حضرت بحیثیت اس کام کے سرپرست ہونے کے ان کی پوری پوری تحقیق فرماتے اور جس کی غلطی محقق ہو جاتی اس کی اصلاح کی اہتمام سے فکر فرماتے، سمجھاتے ڈانٹتے۔ اپنے پاس بلوا کر اچھی طرح اس کی سعی فرماتے کہ آئندہ یہ غلطی نہ ہو اور سختی نرمی جس طرح سے بھی اس کا علاج ہو سکتا، پوری قوت سے کرتے اور کسی بڑے چھوٹے کی اس میں رعایت نہ ہوتی۔

ہمیشہ اس کی سعی بلیغ فرماتے کہ یہ مبارک کام اپنے اصول کے مطابق ہوتا رہے۔ اس لیے تبلیغی ذمہ داروں کو حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی قدس سرہٗ کی زندگی کے حالات سناتے، پرانوں کو مختلف واقعات یاد دلاتے، روتے اور رُلاتے رہتے۔ اور اس کی بہت تاکید فرماتے کہ ان کے اصولوں پر اہتمام سے کاربند رہیں۔ حضرت دہلوی قدس روحہٗ کے ملفوظات و مکتوبات کے مطالعہ کی بہت زیادہ ترغیب دیتے اور کام کی وسعت کی بجائے اس کی گہرائی کی طرف زیادہ توجہ و فکر کرنے کے لیے فرماتے رہتے۔

جہاں کہیں بھی ہوتے مجامع میں ہمیشہ اس کام کے لیے دعاء ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اس کی ہر قسم کے شرور و فتن سے حفاظت فرمائے، کام کرنے والوں کی ہر نوع کی حفاظت فرمائے۔ اور ان کو ہر خیر سے نوازے۔ ان میں صفاتِ قبولیت پیدا فرمائے اور جہاں جہاں کام کرنے میں رکاوٹیں ہیں

> **یہ تبلیغی کام حضرت کا اپنا ہی کام تھا اور حضرت اسے اپنے لیے سرمایہ آخرت سمجھتے تھے اور اس کے صحیح نہج پر اصولوں کی پختگی کے ساتھ چلنے کو اپنی ذمّہ داری سمجھتے تھے۔"**

ان سب کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دُور فرمائے ... الخ۔ غرض خوب دعائیں ہوتیں۔

ہمیشہ اس کام سے قلبی لگاؤ رہا۔ اس میں لگے ہوئے حضرات کو بہت عزیز جانتے اور جو جماعت ملنے آتی اس کو خوب دعائیں دیتے

اور مہمان نوازی فرماتے۔ اپنے متعلقین و خواص کو اس کام کی ابتدا کے واقعات اور اپنی شرکت اور مختلف حضرات کے اعتراضات و اشکالات کے جوابات بڑا لطف لے کر سناتے۔ محسوس ہوتا کہ یہ جماعت حضرت کی نہایت دلعزیز جماعت ہے۔

حضرت کی وفات کے بالکل قریب اس سیاہ کار نے ایک بالکل نجی خط حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی مدظلہٗ (جو کہ اکابر تبلیغ اور حضرتؒ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں) کو تحریر کیا۔ اس میں اور باتوں کے ذیل میں یہ بھی عرض کیا تھا کہ بعض لوگ حضرت شیخؒ کے بعض خلفاء و مقربین کے بارے میں یہ بات غلط مشہور کر رہے ہیں کہ وہ تبلیغ کے مخالف ہیں اور یہ کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص حضرت کا مقرب بھی، خلیفہ مجاز بھی ہو اور تبلیغی کام کا نعوذ باللہ مخالف بھی ہو؟... الخ ـــ اسی معنی کے کئی جملے لکھے تھے، تاکہ حضرت مولانا اس کا مداوا کریں اور اس غلط اور شرانگیز اثر کو ختم کرائیں۔ یہ خط اس سیاہ کار نے بھیجنے سے پہلے حضرت شیخ قدس روحہٗ کو بھی سنایا۔ جب ان جملوں تک پہنچا، تو سنتے ہی حضرتؒ نے فرمایا: "ہاں! بالکل، بالکل۔"

اور اس تبلیغی کام کے ساتھ غایت درجہ کی محبت و قلبی تعلق اور وہ سرپرستی جو حضرت کے ذمہ ڈالی گئی تھی وجہ بنی کہ وفات سے تقریباً سوا سال پہلے جب حضرت نے یہ محسوس فرمایا کہ یہ مبارک کام تو ماشاء اللہ پورے عالم میں پھیل گیا ہے اور اب ہر طرح کے لوگ کام میں آ گئے ہیں اور ہر محنت کرنے والے کو ذمہ داری سونپی جانی طبعی امر ہے اور ذمے داروں کے فکر و قلب کا اثر سامعین اور شرکاء میں پہنچنا بھی حتمی و لازمی ہے اور ایسے بہت آ گئے جنہوں نے کام کا ابتدائی دور نہیں دیکھا اور پرانے اکثر اٹھ گئے۔ اور ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہو گئی جو اس مبارک کام کو صرف تحریکی نظر سے دیکھنے اور تنظیمی و تشکیلی کوششوں کو ہی اپنی محنتوں کا مرکز و محور بنا لیا اور تعلق مع اللہ انابت الی اللہ و یقینِ کامل باللہ و توجہ الی اللہ و دین کے لیے حزن و ملال امت کے حال پر قلبی تاثر و تڑپ وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت اور ان کی کامل اتباع کا جذبہ وغیرہ کیفیات جو ایک داعی کے لیے جسم میں روح کا درجہ رکھتی ہیں اس کی اہمیت کے بارے میں ان میں بہت سول میں اتنی کمی ہونا جتنی ہونی چاہیئے تھی جس کی وجہ سے وہ ان صفات کے حصول کے لیے جو وسائل لابدیہ ہیں جیسے خانقاہیں و مشائخِ طریقت اور اذکار و اشغال مشائخ وغیرہ کو بھی یہ لوگ غیر اہم اور بعض دفعہ کلیۃً بیکار سمجھنے لگے، بلکہ اپنے اس کام کی تشکیلی و تنظیمی ترتیبوں میں حائل رکاوٹ تصور کیا جانے لگا۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس مبارک کام کے بانی حضرت مولانا الیاس صاحب دہلوی قدس سرہٗ نے جس نہج پر اس کام کو اٹھایا تھا اور جس نہج پر چلاتے رہنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اس کے یہ مخالف چیز تھی اور اس لحاظ سے یہ قطعاً ایک خطرناک قسم کی گمراہی کا پیش خیمہ تھی۔ جس کے لیے نہایت زوردار اور مؤثر کوشش کی ضرورت تھی اور بظاہر حضرت شیخ قدس سرہٗ ہی ایک ایسی واحد شخصیت تھے جو اس شدید اور خطرناک دھارے کا منہ موڑنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ حضرت نے اپنی فراستِ مومنانہ اور نورِ بصیرت سے اس کو ملحوظ فرما لیا کہ اگر انہوں نے اس وقت ہر لحاظ کو بالائے طاق رکھ کر اس امر کے لیے کوشش نہ کی، تو پھر آئندہ کوئی بھی اس کی ہمت نہیں کر سکے گا کہ پہلے بہت مدت سے اس قسم کی کوئی نہ کوئی بات حضرت تک پہنچتی ہی رہتی تھی۔ اور حضرت کبھی شاکی کی دلجوئی فرما دیتے، کبھی مرکز والوں کو اس طرف متوجہ فرما دیتے اور کبھی تقریراً یا تحریراً اس صاحب کو حسب ضرورت نصیحت و تنبیہہ فرما دیتے اور کبھی کو یہ کہہ کر ہی ٹال دیتے کہ کام بہت پھیل گیا ہے۔ اس قسم کے اکا دکا واقعات کسی نہ کسی سے ہو ہی جاتے ہیں، مگر جب مدت مدیدہ تک یہ سلسلہ بجائے کم ہونے کے بڑھتا ہی گیا، تو حضرۃ نے وفات سے قبل یکے بعد دیگرے

تین رسائل اپنے لسان حال و خلیفہ خاص حضرت صوفی اقبال صاحب مدظلہٗ العالی سے بہت اہتمام سے لکھوائے ان میں پہلا رسالہ "ایک نصیحت آموز اور ترغیبی خط" انتقال سے تقریباً سوا سال قبل شروع ۱۴۰۱ھ میں مدینہ طیبہ میں لکھوایا۔ جس کو سن کر بہت پسند فرمایا اور صوفی صاحب کو اس کے لکھنے پر نقد انعام بھی مرحمت فرمایا اور باوجود اس کے کہ حضرت قدس سرہٗ کی تصانیف خدام شائع کرانا اپنی سعادت سمجھتے ہیں، مگر اس رسالہ کی چھپائی میں حضرت نے نقد حصہ لیا اور چھپنے کے بعد اسے بار بار سنا اور پسند فرمایا اور اپنے مخصوص متعلقین کو ہدیۃً ہندو پاک خاص طور سے بھجوایا۔ دوسرا رسالہ "دعوت و تبلیغ میں ذکر کی اہمیت" افریقہ سٹینگر میں عین رمضان شریف میں اعتکاف کی حالت میں حضرت صوفی صاحب کو حکم فرمایا کہ اسے لکھیں اور اس کے بعد وہیں افریقہ میں ہی اس کی کتابت کا اہتمام کروایا اور حضرت کے خواص میں سے مولانا ابراہیم میاں المعہد الاسلامی لوانر فال والوں نے لے شائع کیا۔ جن کو حضرتؒ نے بہت دعاؤں سے نوازا۔ پھر تیسرا رسالہ "حضرت شیخؒ کا اہم مکتوب اور تبلیغ میں اعتکاف کی اہمیت و فضائلِ اعتکاف" کے لیے خاص طور سے جیسے اوپر گزرا حضرت نے صوفی صاحب کو حکماً دارالعلوم بری انگلینڈ میں قیام کر کے اس کو اور رسالہ "صفائی القلوب" کو تصنیف کرنے کا حکم دیا۔ صوفی صاحب نے حضرت قدس سرہٗ کی انگلینڈ موجودگی میں ہی اسکو مکمل کر لیا اور حضرت نے حرفاً حرفاً اس کو سنا اور پسند فرمایا۔ اور وہیں انگلینڈ میں اس کی چھپائی ہوئی۔ پھر حضرت قدس سرہٗ کے محبین میں سے چوہدری شاہین صاحب گلاسگو والوں نے ۱۴۰۲ھ کے شروع میں ان تینوں رسالوں کو یکجا کر کے انگلینڈ ہی میں چھپوا کر اس کے تقریباً پچاس نسخے حضرت کی خدمت میں مدینہ منورہ پیش کیے تو حضرت نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور بہت دعائیں دیں۔ اور اس مجموعہ کو بھی اپنے خواص میں مدینہ طیبہ اور ہندو پاک میں تقسیم فرمایا۔ پھر جب مکرم الحاج صغیر احمد صاحب مدظلہٗ مجاز بیعت حضرت شیخ قدس سرہٗ کو لاہور یہ مجموعہ چھاپنے کے لیے بھیجا گیا اور اس میں کچھ دیر ہوئی، تو حضرت قدس سرہٗ نے ان کو علالت کی حالت میں ہی ایک مختصر گرامی نامہ تحریر فرمایا۔ تقاضا کے لیے اس میں ان کو بہت دعاؤں سے نوازا۔ اور الحاج صغیر احمد صاحب نے اس گرامی نامہ کو اس مجموعہ کے شروع میں چھپوا بھی دیا ہے۔

یہ سب حضرت نے بظاہر اپنی شرعاً ذمہ داری جان کر اور حقِ سرپرستی ادا کرنے کے لیے اور اس مبارک کام کے ساتھ قلبی تعلق اور حقیقی محبت ہی کی بنا پر کیا کہ آئندہ ہر آنیوالے کے علم میں ہو کہ اس مبارک کام میں دین کے اہم شعبہ [illegible] لعنی تصوف و سلوک) کا کیا مقام ہے اور یہ کہ یہ عظیم ایسی چیز نہیں کہ اس کے بارے میں تساہل برتا جائے۔ یا اس کو ہلکا سمجھا جائے کہ کسی مصلحت کی خاطر بھی اس کو ترک کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اس کو حرزِ جان بنایا جائے اور جیسے کہ دین میں اس کا بہت اونچا مقام ہے۔ اسی طرح اس مبارک کام کرنے والوں کے دلوں میں بھی اس کا وہی عظیم مقام اور انتہائی عظمت و اہمیت ہو اور اس سے متعلق تمام امور مثل اس کے مشائخ اور ان کی خانقاہیں، ان کے اذکار و اشغال سب ہی مہتم بالشان چیزیں ہیں حضرت شیخ اپنے رسالہ فتنہ مودودیت میں بالکل واضح الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں۔ بہر حال ہم لوگ جماعتی حیثیت سے اس زمانہ میں تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسلاف نے جو اجتہاد کے لیے شرائط لکھی ہیں وہ آجکل کے علماء میں مفقود پاتے ہیں۔ اسی طرح شرعی تصوف کو تعلق مع اللہ اور حلاوتِ ایمان اور ایمانی صفات پیدا کرنے اور پیدا ہونے کے لیے اقرب الطرق سمجھتے ہیں۔ اس لیے جو شخص یا جو جماعت ان دونوں چیزوں میں ہمارے خلاف ہے وہ یقیناً ہماری جماعت سے علیحدہ ہے۔ دیوبندی مسلک میں یہ دونوں چیزیں بڑی اہم ہیں۔) فقط

نیز یہ بھی کہ اس میں اور خود تبلیغی کام میں قطعاً کوئی منافع کسی قسم کا نہیں [illegible] اس کا

بانی اور پھر ان کے خلفِ رشید اور ان کے بعد ان کے خلف آج تک تینوں امرارِ تبلیغ اس کام کو کرتے کرتے اس شعبہ کو بھی لے کر چل رہے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں مریدین ہیں، تو پھر کون احمق کہہ سکتا ہے کہ اس کام میں اور دین کے اس اہم شعبہ میں منافاۃ ہے۔

اس مبارک کام کو صحیح رُخ پر چلنے کے لیے اس عمومی اصلاح کی ضرورت اسی لیے ہوئی کہ حضرت قدس سرہٗ اس تبلیغی کام کو پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے خصوصاً اور تمام انسانوں کے لیے عموماً رشد و ہدایت اور خیر و برکت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ حضرت کے سیکڑوں مکتوبات و ملفوظات اس کے شاہد موجود ہیں۔

مختصر ہی لکھنے کا ارادہ تھا، مگر خلافِ ارادہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ ہی لکھوا دیا۔ فاللہ المستعان وعلیہ التکلان و نسالہ الخیر لجمیع الانس والجان

علاوہ ازیں دوسرے ہر قسم کے دینی کاموں کو حضرت ہمیشہ سراہتے رہے رد فرق باطلہ میں اپنے مشاغلِ علمیہ وغیرہ کے لحاظ سے حتی الوسع بھرپور حصّہ لیا۔ قادیانیّت جیسے خطرناک فتنہ کے رَد میں اس فتنہ کے ابتدار میں جو کچھ کیا ہو گا وہ ہمارے سامنے نہیں، مگر اس شعبہ کے مخصوص اکابر کے ساتھ حضرت کے خصوصی تعلقات خصوصاً اکابر علمار جماعت احرار اسلام ان کے سرپرست حضرت اقدس رائپوریؒ اور حضرت علامہ سیّد انور شاہ صاحب کشمیریؒ نیز امیرِ شریعت حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری اور رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرّحمٰن صاحب لدھیانویؒ وغیرہ کی بنا پر یقیناً عملاً اور مشوروں میں وافر حصّہ لیا ہو گا، مگر اس آخیر دَور میں جو اس سیاہ کار کے سامنے ہے۔ پاکستان میں اس فتنہ کے سَر اٹھانے کا سُن کر رسالہ (عشرہ کاملہ) کا بہت اہتمام سے چھپوانا جو رَدِّ قادیانیت میں معرکۃ الارار رسالہ ہے۔ جب تحریکِ ختمِ نبوّت بھٹو کے دَور میں چلی، تو اس کے قائدِ حضرت مولانا محمّد یوسف صاحب بنوری قدس سرّہٗ تحریک شروع ہونے سے چند روز قبل مدینہ منوّرہ تشریف لائے۔ ان کی مدینہ منورہ سے کراچی کے لیے روانگی کا منظر بھی آنکھوں کے سامنے ہے کہ حضرت شیخ قدّس سرّہٗ کے ساتھ طویل تخلیہ کے بعد جب حضرت کے حُجرہ سے نِکلے ہیں، تو حضرت بنوری کا چہرہ آگ کے انگاروں کی طرح سُرخ ہو رَہا تھا اور جذبات سے آنکھوں میں آنسو چھلک رَہے تھے اور عجیب جوش میں تھے۔ دروازہ سے نِکلتے ہوئے ہم خدام کی طرف دیکھ کر بہت زوروں میں فرمایا: "بس لاکھ دو لاکھ مَروا دینے ہیں، مگر اس دفعہ انشار اللہ مسئلہ حَل کروا لینا ہے" اسے بار بار عجیب جوش میں فرماتے رَہے۔ اور حق بھی یہی ہے کہ ختمِ نبوّۃ جیسے اہم و بنیادی مسئلہ کے حل کے لیے اگر لاکھ دو لاکھ فرزندانِ اسلام و عاشقانِ رَسول خیرالانام قُربان ہو جاتے تو سودا مہنگا نہیں تھا، مگر سُنّت اللہ یہی ہے کہ جب کوئی مالک کی رَضا کے لیے کی بلندی کے لیے اخلاص کے ساتھ مَرنے مروانے پر آ جاتا ہے، تو قادرِ کریم خود اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ اور پھر پوری تحریک کے دَوران تحریک کے ارکان اور اس کے حالات کے بارے میں برابر معلومات رکھتے اور دعار و توجّہ بہت اہتمام سے فرماتے۔ نیز حضرت کے خلیفۂ خاص حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب بذاتِ خود بہت اہتمام سے اس تحریک میں شریک ہوئے اور نہایت تدبّر و حکمت سے اس کی قیادت میں حصّہ لیا۔ وَفات سے کچھ روز قبل جب مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت کے بارے میں پتہ چلا کہ ان کو ایک ہفت روزہ بنام (ختمِ نبوّت) کی اشاعت کی اجازت ہوئی ہے، تو بہت مسرّت کا اظہار فرمایا اور اس رِسالہ کے لیے اپنی طرف سے نقد چندہ بھی بھجوایا اور ایک گرامی نامہ بھی اس موقعہ پر باوجود اپنی انتہائی علالت کے اِرسال فرمایا۔ جسے تبرکاً رِسالہ کے مدیر نے اس کے پہلے شمارہ میں شائع بھی کر دیا۔

اس کے علاوہ مولانا منظور احمد چنیوٹی جو رَدِّ قادیانیت میں بہت سَرگرم ہیں اور اسی مقصد کو اپنا اوڑنا بچھونا بنا رکھا ہے، ان کا حضرت قدّس سرّہٗ سے بیعت و ارادت کا تعلق تھا—

حضرتؒ ہمیشہ ان کے احوال اور ان کے ذریعہ سے قادیانیّت سے متعلق مختلف حالات بہت اہتمام سے سُنتے اور ان کی ہمّت افزائی فرماتے اور ان کے اور ان کے ادارے کے لیے ہمیشہ دُعائیں فرماتے۔

عنایت اللہ مشرقی کے فتنہ نے جب سَر اٹھایا تو اس کا بھرپُور رَد فرمایا۔ اس کے لیے علمار نے جو سعی فرمائی، اس میں ان کے ساتھ شریک رہے جس کی کچھ تفصیل مولانا محمد شاہد صاحب اپنی تصنیف علمار مظاہر العلوم اور انکی علمی و تصنیفی خدمات میں بھی فرما چکے ہیں۔ نیز اس کے رَد میں ایک مفصّل رسالہ تحریر فرمایا جو طبع تو نہ ہو سکا، مگر علمار و محققین نے اس سے استفادہ فرمایا حضرت خود اپنی آپ بیتی ۲ میں اپنی تالیفات کے ذیل میں ۵۷ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں: ۵۷ مشرقی کا اسلام (غیر مطبوعہ)— عنایت اللہ مشرقی کا تذکرہ اور اس کی کتابوں کو بھی ایک زمانے میں بہت کثرت سے دیکھا اور اس کی کفریات کو ایک رسالہ میں جمع کیا یہی رسالہ قاری سعید صاحب مفتی مظاہر العلوم کے رسالہ (مشرقی کا اسلام) مطبوعہ کا مآخذ ہے۔ اھ

اسی طرح فتنہ مودودیّت کی سرکوبی میں حضرت کا بہت وافر حصّہ ہے۔ حضرت کی معرکۃ الآرار تصنیف "فتنہ مودودیت" سے علمار حق و محققین راسخین کے سینے اس فتنۂ عظیمہ کی بطلان کے بارہ میں منشرح ہو گئے۔ اور پھر ہر ایک نے اپنے حسب مذاق اس فتنہ کی بیخ کنی میں حصّہ لیا۔ اس کی اشاعت سے قبل یہ فتنہ خوب سَر اٹھا رہا تھا۔ مودودی صاحب خود زندہ تھے اور بہت زوروں پر تھے۔ ہر طرف سے ان کی آؤ بھگت تھی اور ان کی "جماعتِ اسلامی" رائی کا پہاڑ بنا کر ان کی پبلسٹی کر رہی تھی اور پاکستانی علمارِ حق میں سے ایک کثیر تعداد مختلف وجوہ دینیہ و سیاسیہ کی بنا پر ان کے بارے میں غضِ بصر یا نرم روّیہ کی قائل تھی۔ جس کی وجہ سے عوام کے سامنے اس فتنہ کی صحیح حقیقت نہیں آ رہی تھی۔ اور اسی بنار پر عوام تو عوام بہت سے نئے فارغ التحصیل علمار اور اکثر صحیح العقیدہ کالجوں کے تعلیم یافتہ ان کی گمراہیوں میں مبتلا ہو رہے تھے۔ حضرتؒ کے رسالہ "فتنہ مودودیت" نے مطلع کو بالکل صاف کر دیا اور ہر خاص و عام کے دِل میں یہ بات اُتر گئی کہ مودودیت ایک خطرناک قسم کا عقائدی فتنہ ہے۔ اس میں اگر کچھ منافع نظر آتے ہیں اور بتائے جاتے ہیں اور بعض واقعۃً ہیں بھی، مگر یہ ان کے خطرناک بدعقیدگیوں اور تحریفاتِ دینیہ و نظریاتِ باطلہ کے مقابلے میں کچھ حیثیّت نہیں رکھتے۔ اس رسالہ کے چھپنے کے بعد ایک فاضل و محترم بزرگ کا خط حضرت قدّس سرہٗ کے نام موصول ہوا کہ رسالہ تو بہت اچھا ہے۔ چناں چنیں ہے ...، مگر اس کا نام سخت ہے۔ جس سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے۔ لہٰذا حضرت نے مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری کو لکھ دیا کہ آئندہ ان بزرگ کے تجویز کردہ نام "جماعتِ اسلامی۔ ایک لمحہ فکریہ" سے ایک دوسرا ایڈیشن چھپنا چاہیئے اور ہندوستان میں ایسا ہی ہوا، مگر پاکستان میں کئی ایڈیشن اسی نام سے چھپے۔ اسی اثنار میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نوّر اللہ مرقدہٗ حجاز تشریف لائے۔ یہ سیاہ کار ان سے ملنے گیا، تو "فتنہ مودودیت" کا تذکرہ آ گیا۔ اور اس سیاہ کار نے ان بزرگ کی رائے مذکورہ بالا نام کے بارے میں عرض کی تو حضرت مولانا نے بہت جوش میں فرمایا: نہیں نام نہیں بدلنا چاہیئے پھر سنایا کہ حضرت علامہ سیّد انور شاہ کشمیری قدس سرّہٗ نے جب "اکفار الملحدین" تحریر فرمائی، تو کسی نے یہی کہا کہ حضرت نام سخت ہے، تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: جی ہاں! ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ چونکہ یہ کتاب کتنے لوگ پڑھیں اور جو پڑھیں گے ان میں سے کتنے سمجھیں گے، مگر نام ہر شخص دیکھے گا اور ہم لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دِلوں میں ان قادیانیوں کے لیے کتنا بُغض ہے۔" اھ۔ پھر حضرت بنوریؒ نے فرمایا: اس کا بھی یہی حال لوگوں کو اس نام سے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ والوں کے دلوں میں اس مودودی کے بارے میں کتنا بُغض ہے پھر فرمایا: اور اس نام میں سختی ہے ہی کیا۔ اس میں صِرف اتنا ہی تو لکھا

ہے کہ یہ "فتنہ" ہے اور فتنہ اسے کہتے ہیں کہ اس میں حق اور باطل خلط ملط ہو جائے۔ پتہ نہ چلے کہ حق کہاں ہے اور باطل کہاں ہے۔ اور اس کا بھی یہی حال ہے کہ حق بات کرتے کرتے باطل لے آتا ہے"۔ اھ اور پھر یہ سب باتیں میں لے جا کر حضرت شیخ قدس سرہٗ کو مِن وعن سنا دیں۔ حضرت قدس سرہٗ یہ سب سُن کر بہت خوش ہوئے اور تائید فرمائی۔ پھر جب "شریعت و طریقت" کی تالیف کا وقت آیا تو اس کے بعض مواد کو تلاش کرتے ہوئے "مشاجرات صحابہؓ" کے عنوان کے ذیل میں ایک حدیث آئی جس کا مضمون یہ تھا کہ "صحابہؓ کو گالی دینے والے پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو"۔ تو حضرت نے یہ حدیث سُن کر غصّہ میں فرمایا۔ ہاں ہاں ضرور، ایسی ایسی حدیثیں لاؤ جس سے مودودی صاحب پر لعنت پڑے۔ جو صحابہ کرامؓ کی تنقیص کرے توہین کرے ان کو گالیاں دے اسکو جتنی گالیاں پڑیں کم ہیں۔ اھ۔ نیز اسکے بعد حضرتؒ نے نجی خطوط میں جن حضرات سے بھی خط و کتابت کی اور اس مسئلہ سے ان کا ذرا بھی واسطہ ہوتا تو ان کو ضرور اس فتنہ کے رَد اور سدِ باب کے لیے تحریر فرماتے۔ حتیٰ کہ حضرت سے بیعت مولانا محمد عابد صاحب جو الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منوّرہ میں پڑھ رہے تھے انہوں نے ایک مضمون بی۔ اے کا مودودی صاحب کی تفسیر کے رَد میں لکھا، تو حضرت نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ ان کے لیے ہمیشہ بہت دعائیں فرماتے اور جب مضمون پاس ہو گیا تو ان کو مبارکباد دی اور بہت دعاؤں اور توجہات سے نوازا اور خوش ہو کر کچھ کتابیں بھی ہدیۃً مرحمت فرمائیں۔

حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئی مدظلہٗ کے خلیفہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے ایک رسالہ "مودودی صاحب اکابر کی نظر میں" تحریر فرمایا، تو حضرت نے سیکڑوں کی تعداد میں خرید فرما کر مُفت تقسیم کروایا۔ اور سہارنپور سے کئی ہزار کا مستقل ایڈیشن شائع کروایا۔

اس کے علاوہ دنیا میں جتنے بھی قسم کے اہلِ حق کے ادارے یا تنظیمیں یا جماعتیں یا جمعیتیں کام کر رہی ہیں حضرت ہمیشہ سب ہی کے لیے دُعاگو رہتے اور ان کے بارے میں معلومات فراہم کرواتے رہتے۔ ہمیشہ اجتماعی دعاؤں جو حضرت کی موجودگی میں جہراً ہوتیں ان میں بالعموم ہر دعا میں تقریباً یہ الفاظ ہوتے "یا اللہ دنیا میں جتنی بھی اہلِ حق کی جماعتیں یا تنظیمیں یا جمعیتیں یا ادارے کام کر رہے ہیں ان سب کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما اور ہر نوع کی ترقیات سے ان کو سرفراز فرما، ہر قسم کے فتن و شرور سے محفوظ فرما، کام کرنے والوں میں صفاتِ قبولیت پیدا فرما، ان کے نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرما ... الخ

ایک مرتبہ حجاز سے ہند جاتے ہوئے ہوائی جہاز پر حضرت قدس سرہٗ کو فارغ دیکھ کر اس سیاہ کار نے یہ سوال کیا کہ "حضرت ہمارے حلقوں میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اکابر کا اصلاً مزاج یہ ہے کہ اخفائے حال اور خلوت نشین رہ کر جتنا دین کا کام ہو سکے اتنا کر لیا جائے، زیادہ نظروں میں آنا، رسالے اخبار نکالنا، جلسے جلوسوں کا اہتمام کرنا، کانفرنسوں میں شریک ہونا یہ سب ایسے ہی ہے حالانکہ فقہاء جو قاعدہ لکھتے آئے ہیں کہ اَصل مقصود دین اور دینی اُمور کا احیاء اس کی تقویت اس کی تبلیغ و تعمیم ہے یہ جس بھی جائز و مباح طریقہ سے ہو جائے اور تجربہ سے معلوم ہو جائے کہ اس سے یہ مقصد زیادہ احسن طریقہ سے حاصل ہوتا ہے تو اسی طریقہ کو اختیار کرنا چاہیئے کہ جو طریقہ حصولِ مقصد میں زیادہ مفید ہو گا اس کا اختیار کیا جانا زیادہ اَحب و اقرب الی اللہ ہو گا۔ صوفیاء کے سارے اشغال تعلیم و تعلّم میں نحو وغیرہ کا اہتمام، جہاد میں نئے نئے ہتھیار وغیرہ سب اسی اُصول کے تحت ہیں۔ مگر ادھر یہ بعض حضرات اس طرح فرماتے ہیں جو اُوپر گزرا؟"

تو حضرتؒ نے نہایت اہتمام سے سارا سوال سُن کر بہت جوش سے فرمایا، یہ کون کہتا ہے؟ کس نے کہا؟ یہ سیاہ کار چپ رہا۔ پھر حضرت نے دوبارہ سہ بارہ پوچھا کہ نام لو کس نے یہ بات کہی؟ مَیں نے ٹالنے کے انداز میں عرض کیا کہ حضرت کوئی شخصِ واحد تو اس وقت ذہن میں نہیں البتہ بہت سے حضرات سے اسی انداز کے جلسے سننے

میں آتے رہتے ہیں۔ تو فرمایا کہ نہیں، جو فقہاء و علماء قاعدہ لکھتے آئے ہیں، وہی اصل ہے۔ کیا حضرت حاجی صاحب و حافظ ضامن صاحب شہید اور حضرت گنگوہی و حضرت نانوتوی نے باقاعدہ مسلح جہاد نہیں کیا۔ باقاعدہ امارتِ شرعیہ قائم نہیں کی؛ جس میں حضرت حاجی صاحب کو باقاعدہ امیرالمؤمنین اور دوسرے اکابر کو مختلف عہدوں کی ذمّہ داری سونپی گئی۔ کیا یہ ہمارے اکابر نہیں تھے اور پھر ان سے پہلے حضرت سید احمد شہید بریلوی و حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اور ان کی جماعت نے سکھوں اور انگریزوں کے خلاف مسلّح جہاد و قتال نہیں کیا اور ساری عمر جو معرکے ہوتے رہے ان سے تاریخ بھری پڑی ہے کیا یہ ہمارے اکابر نہیں تھے؛ پھر حضرت شیخ الہند ان کی تحریک ریشمی رومال اور فرنگیوں کے خلاف ساری عمر علی الاعلان جہاد ترکوں کے ساتھ مل کر ان کے خلاف بھرپور کوشش اور اسی کی وجہ سے اپنے رفقاء مخصوصین کے ساتھ اسارتِ مالٹا اور پھر اسارت کے بعد سے لے کر وفات تک جلسے اور جلوسوں کے ہنگامے کیا یہ ہمارے اکابر نہیں اور حضرت شیخ الاسلامؒ (مدنی) کا تو پوچھنا ہی کیا۔ کوئی دن جلسے جلوس اور ہنگاموں، کانفرنسوں اور جیلوں سے خالی ہی نہیں ملتا اور جمعیۃ علماء ہند اور احرار کے اکابر ان سب ہنگاموں میں ان کے ساتھ ساتھ کیا یہ سب ہمارے اکابر نہیں تھے۔ اس لیے یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ کلیۃ کے طور پر ہمارے اکابر کا مزاج ایسا ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اب تم کہو کہ مولوی عبیداللہ (بلیاوی) سیاست میں حصّہ لیں اور جلوس نکالیں یا کسی سیاسی کانفرنس میں حصّہ لیں کہ یہ ان کا مزاج نہیں ہے۔ جو شخص جس کام کا ہو اسے اسی کام میں لگنا چاہیئے۔ چاہے روزانہ جلوس نکالے اور جتنا چاہے کانفرنسوں میں شرکت کرے اور چاہے دس گھنٹہ مراقبہ کرے اور اشغال میں ہی معروف رہے اور کسی سے میل جول بھی نہ رکھے۔ اھ اس پر یہ بات ختم ہو گئی۔

حضرتؒ کو ہمیشہ اس کا اہتمام ہوتا تھا کہ جو شخص اپنے شعبہ میں کامیاب ہوتا حضرتؒ اس کی ہمت بڑھاتے اور ہر شعبہ کے اکابر سے خصوصی تعلقات قائم فرماتے اور انکے اکثر مشوروں میں دخیل ہوتے۔ گو حضرت نے ہمیشہ سیاسیات سے اجتناب فرمایا مگر ابتداء حضرت اقدس مدنی قدس سرہٗ سے جو تعلقات خصوصیہ رہے ان میں سے کچھ کا تذکرہ حضرت ہی نے اپنی آپ بیتی میں فرما دیا ہے۔ پھر حضرت کے انتقال کے بعد حضرت کے جانشین حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ العالی کے ساتھ خصوصی تعلقات اور پاکستان میں حضرت درخواستی اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب قدس سرہٗ کے ساتھ انتہائی محبّت و تعلق کا معاملہ تھا۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ ہمیشہ آکر اپنے ہاں کے تفصیلی حالات سناتے اور بعض باتیں تخلیہ میں بھی ہوتیں۔ حضرتؒ اپنے متعلقین سے ہمیشہ فرماتے رہتے کہ اب ہمتیں کمزور ہو گئی ہیں۔ ہر شعبہ میں کوئی شخص کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے اپنے لیے طبیعت و مزاج اور ضرورت و حالات کے لحاظ سے دین کا ایک شعبہ متعین کر لے اور بقیہ شعبوں کے اکابر اور مخصوصین سے تعلق و محبت خاصہ رکھے۔ اس سے ان شاء اللہ "الرجل مع من احب" کے تحت سب ہی شعبوں کی برکات اور آخرت میں ان کا ساتھ نصیب ہو گا۔ اس کا حضرت کو ہمیشہ اہتمام ہوتا کہ جو جس شعبہ میں ہے اس میں وہ کمال تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ حضرت کے مجاز ڈاکٹر اسماعیل صاحب ایلوپیتھک طب میں ڈاکٹر ہیں اور حضرتؒ کو ساری عمر سے طب یونانی ہی سے طب یونانی ہی سے مناسبت رہی ایلوپیتھک طب کے کئی اُصولوں اور علاجوں پر بعض دفعہ سخت تنقید بھی فرماتے مگر اس کے باوجود ڈاکٹر اسماعیل صاحب کو مدینہ منوّرہ کے ابتدائی قیام میں جب وہ سلوک کی طرف زیادہ لگ گئے اور اپنے فن سے بے اعتنائی برتنے لگے۔ حضرت نے اسے محسوس فرماتے ہی بار بار اس طرف بہت اہتمام سے ڈاکٹر صاحب کو متوجہ فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب جس لائن میں کوئی ہو اسے چاہیئے کہ اس لائن کے کمال تک پہنچنے کی کوشش کرے اھ

ڈاکٹر صاحب خود بتاتے ہیں کہ حضرت کے بار بار فرمانے پر مجھے اس کا احساس ہوا اور میں نے طب کی کتابوں کا مزید مطالعہ شروع کیا اور اہتمام سے اس طرف بھی متوجہ ہوا۔ جس سے الحمدللہ ہر لحاظ سے بہت فائدہ ہوا۔ حتیٰ کہ حضرتؒ کے مرض الوفات میں بھی سب سے زیادہ علاج میں مشغول رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ جس کی برکتیں بھی لازمی ہیں۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرتؒ کے ہاں پاکستان کے محترم الحاج بھائی عبدالوہاب صاحب مدظلہٗ بھی اور حضرات کیساتھ بیٹھے ہوتے تھے۔ حضرتؒ نے دو دستر خوان لگوائے۔ ایک بے مرچ والوں کا اور ایک مرچ والوں کا۔ بھائی عبدالوہاب صاحب جو کہ پاکستان کی تبلیغ کے رکنِ رکین اور پرانے مبلغین میں سے ہیں بے مرچ والے دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ اور چونکہ بھائی عبدالوہاب صاحب کو تبلیغ میں لانے میں حضرتؒ کی توجہ و کوشش کو بڑا دخل ہے۔ جس کا قصہ حضرۃ بہت تفصیل سے اکثر سنایا کرتے تھے اس بنا پر حضرت نے بھائی عبدالوہاب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا: عبدالوہاب تمہارا بے مرچ والوں میں بیٹھنا سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ سعادتمندی سے کھڑے ہونے لگے کہ مرچ والے دستر خوان پر تشریف لے جائیں، مگر حضرت نے مسکرا کر محبت سے اشارہ کیا کہ نہیں مقصد تو یہ ہے کہ تمہارے کام کی نوعیت ایسی ہے کہ تمہارا ملنا ملانا ہر نوع کے شخص سے ہوتا ہے اور تبلیغ و دعوت کے احساس کے لیے ہر مزاج کے لوگوں کے پاس جانا ہوتا ہے۔ اکثر جگہ ان کے ہاں کھانا بھی پڑتا ہے، تو اس میں اگر تم جیسے پرانے اور ذمہ داروں کا پرہیز ہوگا، تو بہت دقت ہوگی۔

اسی طرح وفات سے قبل آخری سفر ہند کے بعد جب حضرت مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو انہیں دنوں حضرت مولانا تقی الدین ندوی مظاہری بھی حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے جو کہ مستقل طور پر ابوظبی میں محکمہ شرعیہ میں علمی مستشار کی حیثیت سے اونچے عہدے پر ہیں۔ جس کی وجہ سے وہاں پوری امارات کے سرکردہ حضرات سے تعارف بھی خوب ہے نیز اور بھی دینی و علمی کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ حضرت مولانا نے جامعہ مظاہر العلوم کی مالی اعانت کے لیے اور حضرت قدس سرہٗ کی حدیثی تصنیفات کی نشر و اشاعت کے لیے امارات میں کافی جدوجہد کی تھی۔ جس کی وجہ سے حضرت بھی ان سے بہت خوش تھے جب حضرت سے مصافحہ کیا تو ایک رقم مولانا نے اپنے صاحبزادے کی طرف سے ہدیۃً پیش کی، تو حضرتؒ نے غایت شفقت اور محبت کے ساتھ حضرت مولانا تقی الدین صاحب کے دونوں ہاتھ تھام کر فرمایا: "مولوی صاحب! تم سے تو اللہ تعالیٰ بہت اچھے اچھے کام لے رہا ہے اور میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمہیں ہدیہ پیش کروں۔" پھر مظاہر العلوم کے پمفلٹ کے بارے میں بات چیت شروع فرما دی۔ فقط۔

حضرت نے اپنی عادات و طبیعت و مزاج کو کبھی دینی امور میں حارج نہیں ہونے دیا۔ شرعی رخص و حدود کا ہمیشہ احترام کیا اور شرعی مصالح کو بھی ہمیشہ مقدم رکھا۔ خود حضرتؒ کا ہمیشہ سے معمول و مزاج یہی ہے کہ لباس وغیرہ ہر امر میں بالکل سادہ و سستا کپڑا پسند تھا۔ اس کے باوجود جب ایسے بزرگوں کا تذکرہ آ جاتا جو نفاست پسند ہیں، تو حضرت بہت اکرام سے فرماتے، "وہ تو شہزادے ہیں اور ہم تو سپاہی ہیں۔ شہزادوں کو وہ زیب دیتا ہے اور سپاہیوں کو یہ۔" اسیطرح حضرت پان کے بہت عادی تھے۔ خود اس سیاہ کار سے ایک دفعہ جب میں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو کھا لوں۔ فرمایا نہیں ہرگز نہیں، بلکہ کبھی نہ کھانا۔ اسی طرح مدارس میں خالص دینی تعلیم ہونے پر حضرت بہت سخت تھے اور کسی قسم کی دوسری جدید تعلیم اس میں خلط کرنے کے یا مختلف پیشوں کے طلبہ کو سکھانے کے انتہائی مخالف تھے جس سے سب واقف ہیں، مگر اس سفر افریقہ کے بعد انگلینڈ کے آخری سفر کے دوران حضرت کے مجاز قاضی محمود الحسن صاحب نے اس سیاہ کار کے ذریعہ سے ہی حضرت سے تخلیہ میں اپنے ذاتی مدرسہ کے بارے میں مشورہ لیا (جو کہ ہندوستان و پاکستان کے مدارس دینیہ کے طرز پر ہی بن رہا ہے) کہ اس میں وہ طلبہ لیے جاویں جو پرائمری پاس کر چکے ہوں، ان کو علومِ دینیہ کے ساتھ ساتھ میٹرک بھی کرا دیا جائے کہ اس علاقہ کے حالات کے لحاظ سے اس طرح زیادہ دینی فائدہ کی اُمید ہے، تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں بہت بہتر۔ اس طرح سے لوگوں کے عقائد کی اصلاح بھی ہو جائے گی اور جو صرف دین پڑھنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے وہ اسی بہانے آئیں گے اور ان کا علمی و دینی فائدہ ہو گا۔ فقط۔

اسی طرح حضرت ہمیشہ سے عورتوں کے مدارس عالیہ دینیہ کے خلاف تھے کہ عورتوں کو حدیث و تفسیر وغیرہ اونچی دینی تعلیم کے لیے مدارس قائم کیے جاویں کہ اس میں فائدہ سے زیادہ نقصان تصور فرماتے تھے، مگر اسی انگلینڈ کے آخری سفر میں جب وہاں کے حالات سامنے آئے کہ لڑکے لڑکیوں کی مخلوط تعلیم ہوتی ہے اور بہت سے حضرات مجبور ہو کر یا تو انہی اسکولوں میں اپنی بچیوں کو بھجوا دیتے ہیں اور یا تعلیم جبری ہونے کی وجہ سے انگلینڈ سے باہر دوسرے ملکوں میں ان کو بھیجنا پڑتا ہے لہٰذا اس مشکل کے حل کے طور پر وہاں کے باشعور لوگوں نے عورتوں کے لیے علیحدہ اسکول کھولنے کی کوشش شروع کر دی ہے جس میں صرف لڑکیاں ہی پڑھیں۔ تو حضرت نے اسے سُن کر بہت پسند فرمایا، بلکہ جب اسی سفر میں ایک دفعہ کچھ وہاں کے علماء و با اثر حضرات حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کوئی نصیحت فرمانے کے لیے عرض کیا تو حضرت نے خادم سے فرمایا کہ انکو وہی لڑکیوں کے اسکول کی ترغیب دو، بلکہ ایک جگہ سے کمیٹی کے کچھ حضرات آئے اور لڑکیوں کے اسکول کی بنیاد رکھنے کے لیے اینٹ پر پڑھنے کے لیے عرض کیا تو بہت اہتمام سے اس پر پڑھا اور انکو دعا دی اور مسرت کا اظہار فرمایا، بلکہ غالباً کچھ چندہ بھی مرحمت فرمایا۔ جلدی جلدی میں جو چند واقعات

(باقی ص ۲۶ پر)

مُرَجُ البَحرَین

اشکِ غم ہجر میں دُنیا نے اِدھر برسائے
خیر مقدم کو اُدھر عرش سے قُدسی آئے

اس طرف بَرپا تھا اِک محشر ہائے ہائے
اس طرف خُلد میں حُوروں نے ترانے گائے

مَرحَبا شیخ محمدؒ زکریاؒ آئے

بہرِ تبلیغ گئے یُوسف والیاس جہاں
آپ بھی پہنچے بلا عذر بہرِ نوع وہاں

ہے انہی دیدہ وَروں کی نظروں کا فیضاں
ارضِ میوات کے تو مسلم و اُمّی دہقاں

گئے تبلیغ کو شام و عرب و انگلستاں

تابشِ لعلِ یمن آپ کی تصویر میں تھی
رِقّت و سوز و کشش نالۂ شبگیر میں تھی

نعمت خاکِ بقیع آپ کی تقدیر میں تھی
اور گلِ شہرِ نبیؐ آپ کی تخمیر میں تھی

یہ خبر آپ کے اک خواب کی تعبیر میں تھی

آپ کے زندۂ جاوید گراں قدر آثار
اِس قدر ہیں کہ ہے ان کا احاطہ دشوار

ان میں اکثر ہیں تصانیف و خطوط و افکار
کچھ کرامات ہیں، تو کچھ ہیں خصوصی اذکار

اور مجالس کے لطائف کا تو ہے اک انبار

آپ کی سب سے اہم شہرۂ آفاق کتاب
جس کا مشہورِ زماں نام ہے تبلیغی نصاب

ہے فضائل کی کتابوں میں جو دُرِّ نایاب
اس کو پڑھ پڑھ کر مساجد میں مُبلّغ حضرات

کرتے رہتے ہیں ضلالت کے سفینے غرقاب

آخرِ کار دُعا تا بہ فلک جا پہنچی
اور اجابت کی قبا لے کے قضا آ پہنچی

آسماں سے خبرِ وصلِ خدا آ پہنچی
آپ کی رُوح سرِ عرشِ مُعلّٰی پہنچی

جسم کی خاک تھی طیبہ کی سو طیبہ پہنچی

سرورِ خستہ کرے آپ کے اوصاف بیاں
غیر ممکن ہے، وہ بیچارہ کہاں آپ کہاں

بے نوا بندہ کہاں، شوکتِ سلطاں کہاں
ہاں مگر پھر بھی برائے تب و تابِ ایماں

پیشِ خدمت ہیں یہ اشعار بچشمِ گریاں

سرور میواتی

۱۴ چودہ صدیاں

اور مُسلمانوں وعیسائیوں کی تاریخ کا ایک جائزہ

مولانا سید صباح الدین عبد الرحمٰن صاحب

مسلمانوں کی تاریخ داغدار کرنے والے عیسائی اس آئینہ میں اپنی تصویر بھی دیکھ لیں۔

اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے چودہ سو سال ہو رہے ہیں۔ اس مدت میں عیسائی مبلغین مورخین اور مستشرقین یہ دکھلانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کی تاریخ سفاکیوں، ہولناکیوں اور خونریزیوں سے ایسی بھری ہوئی ہے کہ یہ قصائی کی دکان نظر آتی ہے۔

عہ ہیں ان کی گفتگو کے انداز مجرمانہ

عیسائی مسلمانوں کے خلاف یہ جارحانہ رنگ اختیار کر کے اپنی داغدار تاریخ کی مدافعت کرتے ہیں۔ کیونکہ درحقیقت ان ہی کی تاریخ شروع سے مذبح خانہ بنی رہی۔ یورپ کے فرمانروا چارلس اعظم کی فتوحات کی بڑی دھوم ہے۔ اس نے سیکسن، ایوارڈ، بمبارڈ، وسطی یورپ کے جرمن قبیلوں اور شمالی اٹلی کو اپنے زیر نگیں کر کے ایک بڑی سلطنت بنائی تھی۔ جب سیکسن اس کے خلاف اُٹھے تو اس نے ایک روز ساڑھے چار ہزار سیکسن کو تہ تیغ کیا۔ شمالی سیکسنی اور نارول نوجین کو تباہ و برباد کرا دیا۔ وہاں کی عورتوں اور بچوں کو گھسیٹ کر ان کے گھروں سے نکلوایا اور ان کو جلاوطن کیا۔ اس کی تفصیل کیمبرج مڈیول ہسٹری جلد دوم میں پڑھی جا سکتی ہے۔

ولیم اوّل نے ۱۰۶۶ء میں انگلستان کو فتح کیا، تو اس کے حکم سے مفتوحہ علاقوں کے گھر، کھلیان اور کھیت وغیرہ سب کچھ جلا دئے گئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ مردوں، بچوں اور عورتوں کو قتل کرایا۔ لن گارڈ نے تاریخ انگلستان جلد دوم میں لکھا ہے کہ یارک اور درہم کے علاقے اس طرح تباہ کر دئے گئے تھے کہ نو سال تک وہاں کی زمین کھیتی کے لائق نہیں رہی۔ ایڈم نے اپنی پولٹیکل ہسٹری آف انگلینڈ جلد دوم میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں فاتحین مفتوحین کے ساتھ کسی قسم کی رورعایت نہیں کرتے تھے۔

سینٹ برتھالومیو ایک مشہور کیتھولک ولی گذرا ہے۔ اس کا میلہ ہر سال ۲۴ر اگست کو ہُوا کرتا ہے۔ ۱۵۷۲ء میں عین اس میلے کی رات کو فرانس کے بادشاہ چارلس نہم کے حکم سے ملک کے کل پروٹسٹنٹ قتل کر ڈالے گئے۔ ان کی تعداد صرف پیرس میں ۵۰۰ معززین اور دس ہزار عوام کی تھی۔ یہ قتل عام تاریخ کا بڑا مشہور واقعہ ہے۔

سترھویں صدی میں جرمنی میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک فرقوں کی جنگ شروع ہوئی جو یورپ کی تیس سالہ جنگ کے نام سے مشہور ہے۔ یورپ کی بہت سی حکومتیں اس میں اُلجھ کر رہ گئی تھیں۔ مورخین کا بیان ہے۔ کہ اس لڑائی میں بوہیمیا کے ۳۵ ہزار گاؤں میں سے صرف چھ ہزار باقی رہ گئے تھے۔ بویریا، فرینکونیا اور سوابیا میں غارتگری ایسی کی گئی کہ یہ سارے علاقے قحط اور امراض سے تباہ ہو کر ویران ہو گئے۔ جرمنی میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کی آبادی تھی۔ اس جنگ کے بعد صرف ۶۰ لاکھ ہی رہ گئی۔ اسپینیوں نے میکسیکو اور پیرو پہنچ کر جو مظالم کئے ان کی ہولناک تفصیل پریس کورٹ کی تاریخ میں پڑھی جا سکتی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں بائبل ہوتی ہے۔ ان کی معیت میں پادری ہوتے ہیں اور وہ مذہب کے نام پر تمام ہولناکیاں بروئے کار لاتے جو ان کا ذہن سوچ سکتا تھا۔ ڈچ ریپلک کے مصنف موٹلے نے لکھا ہے کہ ۱۶۵۸ء میں پوپ کے حکم سے نارلینڈ کے ۳۰ لاکھ باشندے سولی پر چڑھائے گئے۔

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں کیا کچھ نہیں ہُوا۔ مشہور مورخ ایچ جی ویلس نے لکھا ہے کہ اس سوا چار سال کی جنگ میں ایک کروڑ آدمی تو میدان جنگ میں مارے گئے۔ دو ڈھائی کروڑ کی جانیں اس زمانے کے مصائب میں تلف ہوئیں۔ کروڑوں طرح طرح کی مصیبتوں میں گھرے

اور اچھی غذاؤں سے محروم رہے۔ دوسری جنگ عظیم میں اتنی ہی جانیں ضائع ہوئیں اور اسی قسم کے مصائب کا سامنا رہا۔ عیسائیوں کے مظالم کی انتہا اس وقت دیکھنے میں آئی جب انہوں نے ہیروشیما پر ایٹم بم گرا کر اس کے لاکھوں مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو چشم زدن میں موت کے گھاٹ اس طرح اتار دئے کہ چنگیز اور ہلاکو کی ساری سفاکیاں بُھلا دی گئیں۔

ویت نام میں امریکہ کے عیسائیوں نے تیس سال تک جنگ کی۔ لندن کے اخبار "ٹائمز" کا بیان ہے کہ اس مدت میں امریکی فضائیہ نے اٹھارہ لاکھ ننانوے ہزار چھ سو ساٹھ حملے کئے۔ سترسٹھ لاکھ ستائیس ہزار چوراسی ٹن بم گرائے۔ وہاں کی نباتات کو تباہ کرنے کے لئے ایک کروڑ نوے لاکھ گیلن تباہ کن مادہ پھینکا۔ ۳۱۵ لاکھ ایکڑ زمین پر زہریلی دوائیں چھڑکیں۔ جن کا اثر ایک سو برس تک رہے گا۔ ایک کروڑ افراد بے گھر ہوئے نو لاکھ بچے یتیم اور پندرہ لاکھ ساٹھ ہزار شہری مجروح ہوئے۔ ۳۶ لاکھ ۶۲ ہزار آدمی مارے گئے۔

عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ جو سفاکی دکھائی اس پر بھی ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ وہ افریقہ، ایشیا اور دنیا کے کسی خطے میں جا کر اپنی سامراجیت کا پرچم لہرائیں تو اس کو وہ حق بجانب قرار دیتے ہیں مگر یورپ میں مسلمانوں نے کسی خطے میں اپنا قدم جمایا تو انہوں نے اس کو کبھی گوارا نہیں کیا۔ سسلی میں مسلمانوں نے دو سو برس تک حکومت کی اور یہاں سے بقول ڈریپر یورپ کی عقلی اور دماغی ترقی کو بڑی تقویت پہنچائی مگر عیسائیوں کی نظروں میں ان کی حکومت برابر کھٹکتی رہی۔ جب نارمن عیسائیوں نے ان پر حملہ کیا تو بلرم شہر میں پانچسو مسجدیں تھیں، ان کو منہدم کر کے گرجا گھر میں تبدیل کر دیا۔ وہاں علماء صوفیہ اور حکماء کی جتنی قبریں تھیں سب نیست و نابود دی گئیں۔ چارلس دوئم کے زمانہ میں سسلی کے مسلمانوں کو زبردستی عیسائیوں کا بپتسمہ دے دیا گیا۔ توسیرا اور لوسیرا کے مسلمانوں کی تعداد ۸۰ ہزار تھی، ان کو زبردستی عیسائی بنا لیا گیا۔ ہر جگہ مسلمانوں سے خالی کرالی گئی۔ اس کی تفصیل ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ میں پڑھی جا سکتی ہے۔

بارہویں اور تیرہویں صدی میں یورپ کے عیسائیوں نے دو سو برس تک مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ اس لئے کی کہ ان کو صفحۂ دہر سے نابود کر دیں۔ تاریخ یورپ کے مصنف ایچ جی گرانٹ نے لکھا ہے کہ صلیبیوں کے نزدیک دشمن کو قتل کرنا خدا کی عبادت کے مساوی تھا۔ بیت المقدس عیسائیوں نے فتح کیا تو ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ "صلیب کے علمبرداروں نے تین دن تک اتنا قتل عام کیا کہ ستر ہزار لاشوں کی وجہ سے وبا پھیل گئی۔ جب اس سے بھی ان کو تشفی نہ ہوئی تو یہودیوں کو ان کی عبادت گاہوں میں جلا دیا گیا"۔ ان کے فوجی سرداروں نے اس خون ریزی کی خوشی میں اپنے پوپ کو لکھا کہ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ ہم نے اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کیا تو اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ جب ہمارے سپاہی حضرت سلیمانؑ کے معبد میں داخل ہوئے تو ان کے گھوڑوں کے گھٹنوں تک مسلمانوں کا خون تھا۔

اسپین میں مسلمان آٹھ برس تک رہے اور بقول موسیولیبان اس ملک کو انہوں نے یورپ کا سرتاج بنا دیا تھا۔ مگر یہاں سے عیسائیوں نے ان کو دربدر کیا۔ اس کی تاریخ موسیولیبان نے اس طرح لکھی ہے کہ "۱۴۹۹ء سے مسلمانوں پر وہ مظالم شروع ہوئے جو ایک صدی کے اندر ان کے اخراج کلی پر منتہی ہوئے۔ پہلے تو وہ بالجبر عیسائی بنائے گئے۔ پھر اس بہانہ سے کہ وہ عیسائی ہیں۔ وہ اس مقدس مذہبی عدالت کے سپرد کر دئے گئے۔ جس نے انہیں جہاں تک ممکن ہُوا، آگ میں جلایا پھر ایک تجویز یہ پیش کی گئی کہ کل غیر عیسائی عرب عورتوں اور بچوں کے ساتھ قتل کر دئے جائیں۔ یہ ممکن نہ ہو سکا تو یہ عام اشتہار دیا گیا کہ سارے عرب ایک ساتھ ملک سے نکل جائیں۔ راہب بلیڈا نے بڑی خوشی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ان عربوں میں سے ایک تہائی راہ میں قتل کر دئے گئے۔ ایک ہی مہاجرت میں جس میں ایک لاکھ چالیس ہزار عرب افریقہ کو جا رہے تھے۔ ایک لاکھ مار ڈالے گئے۔ چند مہینے کے اندر اندلس سے دس لاکھ سے بھی زیادہ آدمی نکل گئے۔ سدی یور اور اکثر مورخین اندازہ کرتے ہیں کہ فرڈی کی فتح سے لے کر مسلمانوں کے اخراج تک اندلس سے ۳۲ لاکھ رعیت نکل گئی۔ ایسے قتل عام کے بعد سینٹ برتھالیمو کا واقعہ دھندلا ہو کر رہ جاتا ہے۔ موسیولیبان ہی کا بیان ہے کہ وحشی سے وحشی اور بے رحم سے بے رحم

ملک گیروں نے کبھی اس قسم کے دردناک قتل عام کا دھبہ اپنے دامن پر نہیں لگایا۔ ۱۹۲۱ء میں یونان کے علاقہ موریا میں تین لاکھ اور یونان کے شمالی حصے میں ہزاروں مسلمان مرد بچے اور عورتیں بڑی بے رحمی سے ہلاک کئے گئے۔ تفصیل مارڈیوک پکھتال کی کتاب "کلچرل ساند آف اسلام" میں پڑھی جاسکتی ہے۔

خود ہندوستان کے اندر عیسائی سامراجیوں کی ہولناکیاں کم درد انگیز نہیں ہیں۔ سات سمندر پار کے ایک ملک سے آکر انگریزوں نے یہاں کے جائز باشندوں کو اپنی توپ و تفنگ سے موت کے گھاٹ اتارا۔ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کے میدان میں نوجوان سراج الدولہ کو شکست دے کر اس کو اس کی وراثت سے محروم کردیا۔ ۱۷۹۹ء میں ٹیپو سلطان کو اس کے قلعے کے اندر گھس کر تہ تیغ کیا۔

۱۸۵۷ء میں جب ہندوستانیوں نے اپنے ملک کی آزادی کی خاطر سرفروشی سے کام لیا تو ان ہی انگریزوں نے اپنی توپ و تفنگ سے ستائیس ہزار مسلمانوں اور ہندوستانیوں کو لقمہ اجل بنا دیا۔ دہلی کو مذبح خانہ بنا دیا گیا۔ نوے سال کے بوڑھے بہادر شاہ ظفر کو معزول کرکے ان کو جلاوطن کیا۔ ان کے شہزادوں میں سے مرزا خضر سلطان اور مرزا ابوبکر کو دہلی دروازہ کے پاس لاکر اور ان کے کپڑے اتار کر بڑی سفاکی سے گولی مار دی گئی۔ ان کی لاشوں کو سر بازار لٹکائے رکھا۔ اس کے بعد بیس اور شہزادوں کو پھانسی دے دی گئی۔ کیا وہ ملکہ وکٹوریہ کی مادر وطن پر قبضہ کرنا چاہتے تھے کہ ان کو اس جرم کی سزا دی گئی۔

اس بیسویں صدی میں جب جمہوریت، اخوت، مساوات اور انسانی ہمدردی کا اعلیٰ درس دیا جانے لگا تو پہلی جنگ عظیم کے بعد ٹرکش ایمپائر کا تیا پانچہ کرنے کے لئے جب عیسائیوں کی فوج اناطولیہ میں ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء کو داخل ہوئی تو یورپ کا مشہور مورخ ٹوائن بی لکھتا ہے کہ یہ فوج اناطولیہ پر ایک بلائے ناگہانی کی طرح ہوئی۔ سمرنا کی گلیوں میں شہر کے لوگوں کا قتل عام شروع ہوگیا۔ محلے کے محلے اور گاؤں کے گاؤں لوٹ لئے گئے۔ زرخیز وادیوں میں آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ ملک کی تجارت کو تباہ کردیا گیا۔ مکان پل اور سڑکیں مسمار کردی گئیں۔ ملک کے باشندے تلوار کے گھاٹ اتار دئے گئے جو بچے رہے ان کو جلاوطن کردیا گیا۔

مسلمان حکمرانوں کے زمانہ میں بھی لڑائیاں ہوتی رہیں اور ان میں خونریزیاں بھی ضرور ہوئیں مگر یورپ کے عیسائی فرمانرواؤں کی سفاکیوں اور خصوصاً دوسروں کے وطن جاکر وہاں کے لوگوں کو غلام بنانے کے سلسلے میں ان کی شرانگیزیوں اور فتنہ پردازیوں کی مفصل تاریخ لکھی جائے تو پھر ان کے مقابلے میں مسلمان حکمران صفحۂ دہر سے باطل کو مٹانے والے، نوع انسان کو غلامی سے چھڑانے والے اور مے توحید کا جام پلانے والے ہی نظر آئیں گے۔ وہ جہاں پہنچے اس کی خاک کو اپنی جبینوں میں بسایا اس کے ذرے ذرے کو سینوں سے لگایا۔ سات سمندر پار رہ کر درخشندہ فلزات سے اپنے بینکوں کی عمارتوں کی تعمیر کی رعنائی اور رونق میں اضافہ نہیں کیا۔

پھر دونوں میں ایک فرق رہا کہ مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ زیادتی کرنے والوں سے لڑائی لڑی جائے جو لوگ دین کے بارے میں لڑیں ان سے جنگ کی جائے جو لوگ گھروں سے نکال باہر کریں۔ ان سے اور ان کی مدد کرنے والوں سے بھی جنگ کی جائے عیسائیوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ جو تیرے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو اس کے سامنے اپنا بایاں گال بھی پھیر دے۔ جو تجھ کو ایک میل لے کر جائے تو اس کے ساتھ دو میل جا۔ جو تیرا کوٹ مانگے تو اس کو اپنا کرتہ بھی دے دے۔ کیا عیسائی فرمانرواؤں نے اس پر عمل کیا؟ عمل کرنے کی بجائے وہ جہاں پہنچے اس کو مرگھٹ اور گورستان بنا دیا مگر اپنی تاریخ نویسی کے طلسم سامری سے اپنے سارے جرائم دوسروں خصوصاً مسلمانوں پر رکھ کر عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان عیارانہ تحریروں سے بے نیاز ہوکر یہ ثابت کر دکھانا ہے کہ:

مرے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے مجھ سے بڑھ کر ساز فطرت میں نوا کوئی

- بری صحبت سے تنہائی اور تنہائی سے علماء کی صحبت بدرجہا بہتر ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضؓ)
- جب لوگوں کو اچھا کام کرتے دیکھو تو ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ (حضرت عثمان رضؓ)
- سحر خیزی میں پرندوں کا سبقت لے جانا تیرے لئے باعث ندامت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ

محمد شفیع عمر الدین

مسلمانوں کے غلبے کا ایک زرّیں اصول

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔ (الفتح آیت ۲۹)

ترجمہ: محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں، آپس میں رحمدل ہیں۔

حاشیہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہور قدس سرہٗ: ایک زریں اصول جس سے ہمیشہ مسلمان دنیا پر غالب رہ سکتے ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ: (زور آور ہیں کافروں پر) یعنی کافروں کے مقابلہ میں سخت مضبوط اور قوی ہیں جس سے کافروں پر رعب پڑتا اور کفر و بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً ط

اور چاہیئے کہ اُن کو معلوم ہو تمہارے اندر سختی۔ (توبہ رکوع ۱۶)

وقال اللہ تعالیٰ: وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ

اور تندخوئی کر ان پر۔ (التوبہ رکوع ۱۰)

وقال اللہ تعالیٰ: اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ۔ (المائدہ رکوع ۸)

نرم دل ہیں مسلمانوں پر، زبردست ہیں کافروں پر۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: "جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے۔ اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ"۔

علماء نے لکھا ہے کہ کسی کافر کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا اگر مصلحت شرعی ہو، کچھ مضائقہ نہیں مگر دین کے معاملہ میں وہ تم کو ڈھیلا نہ سمجھے۔

(نرم دل ہیں آپس میں) یعنی اپنے بھائیوں کے ہمدرد، مہربان، ان کے سامنے نرمی سے جھکنے والے اور تواضع اور انکسار سے پیش آنے والے۔ "حدیبیہ" میں (حضرات) صحابہؓ میں یہ دونوں شانیں چمک رہی تھیں۔

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔

زور آور کافروں پر نرم دل آپس میں۔

لہٰذا حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کو نصیحت فرماتے ہیں۔

رو اشداء علی الکفار باش
خاک بر دلداریٔ اغیار باش
بر سر اغیار چوں شمشیر باش
ہیں مکن روباہ بازی شیر باش

ترجمہ: جاء اشداء علی الکفار ہو
چھوڑ دے دلداریٔ اغیار کو
ان کے سر پر صورت شمشیر رہ
لومڑی بننے سے حاصل ہے شیر رہ

اشداء علی الکفار کا ایک واقعہ

شاہ روم نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان پر حملے کرنے کی دھمکی دی تو حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک خط لکھا کہ:

"خدا کی قسم! اگر تو حملے سے باز نہ آیا اور اپنے ملک کی طرف واپس نہ لوٹا تو میں اور میرا چچازاد بھائی (حضرت) علی رضؓ دونوں مل کر تجھ پر حملہ کردیں گے اور تجھے عام شہروں سے باہر نکال دیں گے اور تجھ پر فراخ زمین کو ایسا تنگ کردیں گے کہ تجھے سر چھپانے کی جگہ بھی نہ ملے گی"۔

اس خط کے ملنے کے بعد اُس نے حملہ کرنے کا ارادہ ترک کردیا۔

(منہاج تبلیغ مولانا دوست محمد قریشی)

دلداریٔ اغیار کو چھوڑنے کا ایک واقعہ

سورت توبہ (آیت ۱۱۸) میں ان تین مؤمن و مخلص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت بتائی گئی ہے جو محض سہل انگاری سے بلا عذر غزوۂ تبوک میں شریک ہونے کی سعادت سے محروم رہے تھے۔ اس غزوہ سے واپس تشریف لانے کے بعد

(باقی ۲۶ پر)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے۔

امام ابن تیمیہ رح

امام ابن تیمیہ قدس سرہ ان نابغہ روزگار لوگوں میں سے تھے جو مدتوں کے بعد دنیا میں ظہور پذیر ہوتے اور مقصد زندگی کی قدر و منزلت کو پہچانتے ہیں — موصوف اپنی صدی کے مجدد، قرآن کے قابل فخر مفسر، حدیث رسولؐ کے رمز شناس اور دیگر علوم اسلامیہ کے ایک ماہر غواص تھے۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے میدانِ جہد و دعا میں جو کارنامے سرانجام دئے وہ ان کی کلاہ فضیلت کی وہ کلغی ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

وقت کے حکمرانوں نے اس امام ہمام کو جیل خانہ میں ڈال دیا لیکن ان کا جنون و ذوق علمی وہاں بھی ٹھنڈا نہ پڑا۔ انکی ان گنت تصانیف میں سے تنہا منہاج السنۃ ہی کو سامنے رکھ لیں تو اس امام کبیر کی جلالت علمی کا اندازہ ہو جاتا ہے — حکومت سعودیہ نے امام کے علمی جواہر پاروں کو ۳۹ جلدوں میں بڑی خوبصورتی، نفاست اور تحقیق کے ساتھ شائع کر کے اہل علم پر احسان کیا ہے — تاہم یہاں وہ دور بھی گذرا۔ جب امام کے نام سے کوئی واقف نہ تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد قدس سرہٗ برعظیم کے پہلے مصنّف و صاحب علم تھے جنہوں نے ابن تیمیہ کے نام اور کام سے ایک دنیا کو متعارف کرایا۔ اس کے بعد یہاں متعدد کتابیں لکھی گئیں۔ کئی عربی کتب کے تراجم ہوتے۔ لیکن مدراس یونیورسٹی شعبہ عربی، فارسی، اردو کے ریڈر اور مشہور علمی خانوادہ کے فرد فرید مولانا محمد یوسف کوکن نے جس طرح ڈوب کر کتاب لکھی اس کا جواب نہیں۔ فاضل مصنف نے مختلف زبانوں میں موجود ابن تیمیہ پر مشتمل لٹریچر کو کھنگالا، شام وغیرہ ممالک میں جا کر آثار کو دیکھا اور سالوں کی محنت کے بعد یہ کتاب مرتّب کی جو ایک عرصہ قبل ہندوستان میں چھپی۔ اب ذوالنورین اکادمی بھیرہ نے اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ سفید براق کاغذ، دیدہ زیب طباعت اور انتہائی نفیس عکس کا اہتمام کیا،۔ جلد ایسی کہ اسے دیکھ کر طبیعت فرحت محسوس کرے — ظاہری و معنوی خوبیاں اور کمالات سب اپنی جگہ لیکن قیمت محض ۸۰/- روپے جو انتہائی مناسب اور معقول ہے۔ تھوک اور پرچون کے خریدار المکتبہ المدنیہ - ۱۷ - اردو بازار لاہور سے حاصل کریں۔ امید کہ اہل علم قدر کریں گے۔ اور کوئی گھر اور لائبریری اس کتاب سے خالی نہ رہے گی۔

ظفر علی خاں اور ان کا عہد

ظفر علی خان مرحوم بابائے صحافت تھے۔ زمیندار کے ایڈیٹر ستارہ صبح کے مالک، نغزگو شاعر، ادیب طناز، متعدد تحاریک کے بانی اور سیماب صفت بزرگ۔ ابوالکلام اور جوہر کے ساتھ ساتھ اس دور میں ظفر علی خان بھی مطلع صحافت پر جگمگاتے رہے

قوم کو بیدار کیا، انگریز کا ظلم برداشت کیا۔ ضمانتیں ضبط کرائیں اور بہت کچھ برداشت کیا۔ یہ شخص اس بات کا مستحق تھا کہ اس کی سیرت و کردار پر تفصیل سے کام ہوتا لیکن ایک مدت سے ادھر کسی نے توجہ نہ دی۔ حکیم عنایت نسیم سوہدروی بابائے زمیندار کے یار غار، دوست، ساتھی اور ان کی زندگی کے نشیب و فراز سے خوب خوب واقف تھے۔ انہوں نے بڑی کاوش کے ساتھ اس عظیم و ضخیم کتاب کو مرتب کیا جو ظاہری خوبیوں سے پوری طرح سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ معنوی اعتبار سے بڑی اہم ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض مقامات پر مصنف نے احتیاط کا دامن چھوڑ دیا ہے۔ لیکن بہ حیثیت مجموعی اس میں اتنا مواد ہے کہ باید و شاید — بالخصوص سعودی حکومت کے خلاف یہاں کے بعض عناصر و طبقات نے جو ہنگامہ آرائی کی اور انہدام قبہ کی تحریک دینی کو ہدف تنقید بنایا اور اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ آگے بڑھ کر سعودی حکومت کی بربادی اور یہاں کے اہل توحید و خدام رسالت مآب کے خلاف ژاژ خائی کی اس کی پوری داستان بڑے بسط کے ساتھ اس کتاب میں موجود ہے اور یہ ہماری تاریخ کا ایک ناقابل فراموش حصّہ ہے۔

بہرحال اس تاریخی کتاب کا ہر لائبریری میں ہونا ازبس ضروری ہے۔ ۶/- روپے میں مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور سے حاصل کریں۔

پیغمبر انقلاب

دہلی کے مولانا وحیدالدین خاں کے نام اور علمی کام سے ایک زمانہ آگاہ ہے۔ جماعت اسلامی کی فکری گمراہیوں کو "تعبیر کی غلطی" میں وحیدالدین صاحب نے بڑے اہتمام سے واضح کیا اور خلقِ خدا کو بے راہروی سے بچایا۔ الرسالہ کے نام سے ان کا پرچہ دہلی سے علم و تحقیق کی خدمت میں مصروف ہے اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب سیرت پاک کے علمی و تاریخی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ کتاب چار حصص یا ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے جناب مسیح علیہ السلام تک انبیاء علیہم السلام کی دعوت و سیرت پر مختصر لیکن جامع تبصرہ ہے۔ اور پھر نبوت محمدی کے ظہور اور آپ کے مثالی کردار پر سیر حاصل گفتگو ہے۔ دوسرے حصہ میں آپ کی مکہ کی صعوبتوں سے بھرپور زندگی اور ہجرت و فتح مکہ تک کے حالات دعوتی و انقلابی انداز سے لکھے گئے ہیں۔ جبکہ تیسرے حصّہ میں ختم نبوت، قرآن مجید اور اصحاب رسولؐ کے تین عنوانات پر بڑا ہی سیر حاصل کلام ہے۔ چوتھا حصہ کہنا چاہیئے کہ اصل روح ہے جس میں مصنف علام نے بتلایا ہے کہ امت عہد حاضر میں طریق رسالت کے مطابق کس طرح اپنے فرائض انجام دے سکتی ہے؟ عام مسلمانوں کے لئے بالعموم اور دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کے لئے بالخصوص یہ کتاب ایک عجیب دستاویز اور نادر گلدستہ ہے۔ کتابت و طباعت، کاغذ، جلد سب خوب سے خوب تر ہیں۔

ملنے کا پتہ: امجد اکیڈمی جامعہ اشرفیہ فیروزپور روڈ لاہور

نجاتِ دارین

حضرت اقدس مدنی و امام لاہوری قدس سرہما کے فیض یافتہ اور مشہور خادم قرآن و صاحب دل بزرگ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی

کی یہ کتاب تیس روپے ہیں دارالارشاد اٹک شہر سے دستیاب ہے دوسری مرتبہ زیادہ اہتمام اور خوبصورتی کے ساتھ اس کتاب کو چھاپا گیا ہے اور مصنف علام کے بقول یہ مجموعہ ہے سید دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کے ارشاد فرمودہ تزکیہ باطن کے نظام تصوف کے حقائق و معارف کا ——— سچ یہ ہے کہ اللہ رب العزت جسم کی طرح روح کے بھی خالق ہیں اور رازق بھی ——— مادی نظام پورے کا پورا جسم کی اصلاح و صلاح کے لئے ہے تو روح انسانی جو امر رب ہے اس کی نشو و ارتقاء اور صلاح و فلاح کے لئے بھی ایک مستقل نظام ہے جو تزکیہ، احسان اور تصوف کے مختلف ناموں سے موسوم ہے۔

امام غزالی جیسا عبقری علم کی مختلف وادیوں میں سر کھپانے کے بعد اسی گوشہ میں آیا تو حجۃ الاسلام بنا۔ چشتی، قادری، نقشبندی اور سہروردی اکابر و اعیان اسی نظام کے کھیون ہار اور پاسدار رہے ہیں اور ہیں۔ بدقسمتی سے پیران تسمہ پا اور صاحبزادگان آوارہ خرام نے اس مقدس مشن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ قاضی صاحب نے قرآن و سنت کے چشمہائے صافی سے موتی نکال کر ایسا ہار اور ایسی مالا تیار کی ہے جس کے ذریعہ قلب و نظر کا حسن نکھر سکتا ہے وہ اس خدمت گرامی پر مستحق تبریک ہی نہیں شکریہ کے مستحق ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو حرز جان بنائے اور باقاعدہ اس کو زیر مطالعہ رکھ کر اپنی دنیا و عاقبت سنوارے۔

بقیہ : ایک زریں اصول

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بات چیت کرنے کی ممانعت فرما دی تھی ان کو کوئی بھی سلام کا جواب نہ دیتا تھا۔ یہ بڑے پریشان تھے رات دن گریہزاری کرتے تھے۔ باوجود فراخی کے زمین ان پر تنگ ہوگئی تھی۔ زندگی اتنی تنگ ہوگئی تھی کہ موت سے زیادہ سخت معلوم ہوتی تھی۔ ان کٹھن حالات میں ایک واقعہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی زبانی سنئے کہ: ایک روز میں بازار میں سے گذر رہا تھا تو دیکھا کہ شام سے ایک قبطی غلہ فروخت کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ میں آیا تھا۔ اور وہ لوگوں سے میرا پتہ پوچھ رہا تھا۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کرکے بتایا کہ وہ ہیں (حضرت) کعبؓ، وہ قبطی میرے پاس آیا اور مجھے شاہ غسان کا ایک خط دیا جس میں تحریر تھا کہ: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے سردار نے تم پر زیادتی کی ہے۔ تم ایسے گرے ہوئے آدمی نہیں ہو تم مدینہ (منورہ) چھوڑ کر میرے دربار میں چلے آؤ۔ ہم ہر طرح تمہاری خدمت کرنے کے لئے تیار ہیں۔

یہ خط پڑھ کر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ اور مصیبت آگئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے آزمائش ہے۔ میں سیدھا گھر گیا اور اس خط کو چولھے میں جلا دیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

اور قاصد کو کہہ دیا" جاؤ کہہ دینا کہ آپ کی عنایات و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر اور خوشتر ہے۔

بقیہ : حضرت شیخ ....

یاد آتے گئے سیاہ کار لکھتا گیا، ورنہ حضرت کی تو پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ ایسا تھا جو واقعۃً کمال عبدیت، کمال فنائیت، کمال عشق الٰہی و عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کمال جامعیت کا نمونہ تھا۔

فللہ ما أخذ ولہ ما أعطی
ولانقول الا ما یرضیٰ ربنا جل
وعلا وانا علی فراقك یا
شیخنا لمحزونون ۔ وانا للہ وانا
الیہ راجعون ٥
وآخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین وصلی اللہ علیٰ
سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ وسلم
تسلیماً۔

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

دماغی کمزوری

س: بندہ کا دماغ کمزور ہے اور حافظ کام نہیں کرتا براہ کرم کوئی دوائی تجویز فرمائیں۔
طاہر عبداللہ، آدم ٹاؤن نارتھ کراچی)

ج: آپ ہماری دوائیں دماغی جدید اور اکسیر ابراہیمی استعمال کریں۔ انشاء اللہ صحت ہوگی۔

ناک بہتا ہے؟

س: اکثر چھوٹے بچوں کا ناک بہتا رہتا ہے اس کا آسان اور بہترین نسخہ لکھیں۔
صوفی محمد اقبال پسرور، سیالکوٹ

ج: سہاگہ بریاں ۱ رتی دن میں دو تین مرتبہ دودھ کی چمچی میں حل کرکے پلا دیا کریں۔ آسان سستا اور تیر بہدف علاج ہے۔

ہچکی، نکسیر، اختلاج قلب

س: میرے لڑکے بعمر ۱۶ سال کو بچپن میں تین ماہ تک بخار رہا۔ جس کے بعد اسے ہچکی نکسیر اور اختلاج قلب کی شکایات ہوگئیں براہ کرم مفید نسخہ جات سے مطلع فرمائیں۔
(مولوی شاہ محمد تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ)

ج۔ (۱) ہچکی کے لئے
کلونجی ۱ تولہ، شہد خالص ۵ تولہ میں ملا کر رکھیں اور ہچکی کے وقت ۳/۴ ماشہ کی مقدار میں چٹائیں۔ انشاء اللہ صحت ہوگی۔
۲۔ نکسیر کے لئے شب یمانی بریاں بطور نسوار ناک میں چڑھائیں نکسیر بند ہوگی (انشاء اللہ)
۳۔ اختلاج قلب کے لئے
خمیرہ گاؤزبان میں سفوف فرحت ملا کر کھلائیں یا خمیرہ مروارید کھلائیں (انشاء اللہ صحت ہوگی)

لاہور سور

س: میری گردن میں ایک پھوڑا عرصہ دو ماہ سے نکلا ہوا ہے۔ کوئی ٹی۔ بی کہتا ہے کوئی ہجیراں بتاتا ہے۔ میرا کھانا پینا بولنا درست ہے۔ درد بھی نہیں۔ بخار بھی نہیں ہوتا۔ سوجن کسی وقت ہو جاتی ہے ایک حکیم صاحب نے کوار گندل باندھنے کو کہا لیکن فائدہ نہیں ہوا۔
شیر محمد، واہ کینٹ)

ج: یہ نہ ٹی۔ بی ہے نہ ہجیراں بلکہ لاہور سور ہے۔ جسے اورنگزیبی یا عالمگیری پھوڑا بھی کہتے ہیں۔ لاہوری اور مغلئی پھوڑا بھی کہلاتا ہے۔ اس کا بہتر علاج اپریشن ہے۔

وجع المفاصل

س: چھ ماہ سے بندہ کے دونوں گھٹنوں میں شدید درد ہے سپیشلسٹ ڈاکٹروں سے علاج کرایا لیکن فائدہ نہیں ہوا کوئی نسخہ تجویز کریں۔
(حاجی محمد نور بازی خیل کوہاٹ)

ج: پوست ہلیلہ زرد، سورنجان شیریں، صبر سقوطری۔ تینوں دوائیں ہم وزن کوٹ کر باریک کریں اور ملا کر رکھ لیں۔ روزانہ صبح دوپہر شام ۱/۲ ماشہ تازہ پانی کے ساتھ کھائیں انشاء اللہ شفا ہوگی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | ٹیلیفون نمبر ۶۴ ۶۴۹

میقات الصیام

برائے شہر لاہور و مضافات

مطابق سٹینڈرڈ ٹائم پاکستان

رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ ——— ۱۹۸۳ء

رمضان المبارک

ایام	تاریخ		اختتام سحری		افطاری	
	ہجری	عیسوی	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ
پیر	یکم رمضان	۱۳ جون	۱۸	۳	۹	۷
منگل	۲ ″	۱۴ ″	۱۸	۳	۹	۷
بدھ	۳ ″	۱۵ ″	۱۸	۳	۱۰	۷
جمعرات	۴ ″	۱۶ ″	۱۸	۳	۱۰	۷
جمعہ	۵ ″	۱۷ ″	۱۸	۳	۱۰	۷
ہفتہ	۶ ″	۱۸ ″	۱۸	۳	۱۰	۷
اتوار	۷ ″	۱۹ ″	۱۸	۳	۱۱	۷
پیر	۸ ″	۲۰ ″	۱۸	۳	۱۱	۷
منگل	۹ ″	۲۱ ″	۱۸	۳	۱۱	۷
بدھ	۱۰ ″	۲۲ ″	۱۸	۳	۱۱	۷
جمعرات	۱۱ ″	۲۳ ″	۱۸	۳	۱۲	۷
جمعہ	۱۲ ″	۲۴ ″	۱۸	۳	۱۲	۷
ہفتہ	۱۳ ″	۲۵ ″	۱۹	۳	۱۲	۷
اتوار	۱۴ ″	۲۶ ″	۱۹	۳	۱۲	۷
پیر	۱۵ ″	۲۷ ″	۲۰	۳	۱۳	۷
منگل	۱۶ ″	۲۸ ″	۲۱	۳	۱۳	۷
بدھ	۱۷ ″	۲۹ ″	۲۱	۳	۱۳	۷
جمعرات	۱۸ ″	۳۰ ″	۲۱	۳	۱۳	۷
جمعہ	۱۹ ″	یکم جولائی	۲۱	۳	۱۳	۷
ہفتہ	۲۰ ″	۲ ″	۲۲	۳	۱۳	۷
اتوار	۲۱ ″	۳ ″	۲۲	۳	۱۳	۷
پیر	۲۲ ″	۴ ″	۲۲	۳	۱۲	۷
منگل	۲۳ ″	۵ ″	۲۳	۳	۱۲	۷
بدھ	۲۴ ″	۶ ″	۲۴	۳	۱۲	۷
جمعرات	۲۵ ″	۷ ″	۲۵	۳	۱۲	۷
جمعہ	۲۶ ″	۸ ″	۲۶	۳	۱۲	۷
ہفتہ	۲۷ ″	۹ ″	۲۷	۳	۱۲	۷
اتوار	۲۸ ″	۱۰ ″	۲۷	۳	۱۲	۷
پیر	۲۹ ″	۱۱ ″	۲۸	۳	۱۱	۷
منگل	۳۰ ″	۱۲ ″	۲۹	۳	۱۱	۷

شوال کے روزے

ایام	تاریخ		اختتام سحری		افطاری	
	ہجری	عیسوی	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ
بدھ	یکم شوال	۱۳ جولائی	عید الفطر			
جمعرات	۲ ″	۱۴ ″	۳۱	۳	۱۱	۷
جمعہ	۳ ″	۱۵ ″	۳۱	۳	۱۰	۷
ہفتہ	۴ ″	۱۶ ″	۳۲	۳	۹	۷
اتوار	۵ ″	۱۷ ″	۳۳	۳	۹	۷
پیر	۶ ″	۱۸ ″	۳۴	۳	۹	۷
منگل	۷ ″	۱۹ ″	۳۵	۳	۸	۷

لاہور سے دوسرے شہروں کا فرق

راولپنڈی	۶	منٹ	بعد	ساہیوال	۶	منٹ	بعد
ڈیرہ غازیخان	۱۵	″	″	مظفر گڑھ	۱۲	″	″
سیالکوٹ	۳	″	″	میانوالی	۱۰	″	″
گوجرانوالہ	۲	″	″	بہاولپور	۱۴	″	″
گجرات	۱	″	″	کراچی	۲۷	″	″
لائلپور	۷	″	″	کوئٹہ	۲۸	″	″
سرگودھا	۶	″	″	ڈیرہ اسمٰعیلخان	۱۵	″	″
کیمبل پور	۱۵	″	″	پشاور	۱۳	″	″
ملتان	۱۱	″	″	لاڑکانہ	۲۴	″	″

مرتب کردہ: غلام قادر اظہر ریٹائرڈ ہیڈ ڈرافٹسمین پی ، ڈبلیو ، ڈی
منگل ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ ، ۸ جون ۱۹۸۲ء